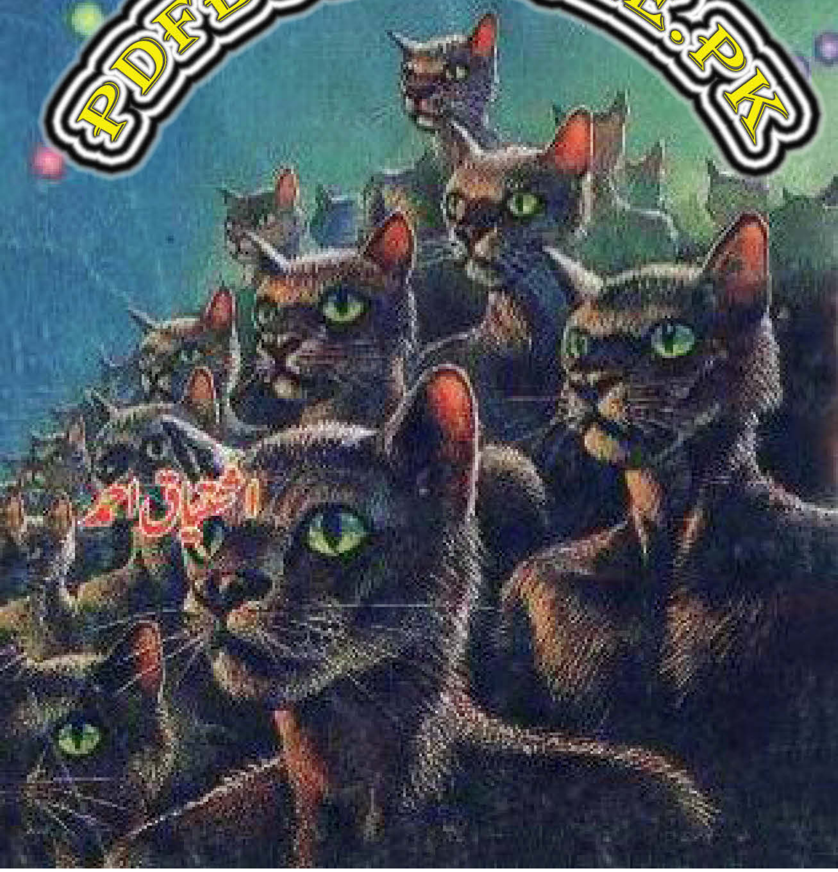
چند قطرے خون





شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

محمود، فاروق، فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید سیریز...... ناول نمبر 692

چند قطرے خون

اشتیاق احمد

نئی نسل کے لئے

نیا ادب......

حیرت، تجسس اور سراغرسانی کے انوکھے رنگ!

اس ناول کے نام، واقعات اور کردار سب فرضی ہیں۔
کسی قسم کی مماثلت کے لئے ادارہ یا مصنف ذمہ دار نہ ہوں گے

نام ناول...... چند قطرے خون
ناشر...... اشتیاق احمد
تزئین...... محمد سعید نادر
سرکولیشن...... محمد یار بیجر
کمپوزر...... اے۔ آر۔ فاروقی
دانیال کمپیوٹرز، نواب مارکیٹ۔ جھنگ
قیمت...... 18روپے
شیخ شمیر پرنٹرز سے چھپوا کر انداز بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔
9/12 نصیر آباد۔ سانده کلاں۔ لاہور
فون 7112969-7246356
انداز بک ڈپو
اسٹاکسٹ: محبوب بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور

حدیث نبوی ﷺ

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا، ان سے کہا جائے گا۔ تم نے اپنی امت کو پیغام رسالت پہنچادیا۔ وہ کہیں گے۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ ان کی امت سے سوال کیا جائے گا۔ وہ کہے گی، ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ ان سے کہا جائے گا، آپ کے گواہ کون ہیں۔ وہ کہیں گے، محمد ﷺ اور ان کی امت۔ رسول ﷺ نے فرمایا۔ تم کو لایا جائے گا، تم گواہی دو گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام رسالت پہنچادیا۔ پھر رسول ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

"اور اس طرح ہم نے تم کو افضل امت بنایا تا کہ تم گواہی دو لوگوں پر اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

مشکوٰۃ شریف

(روایت کیا اس کو بخاری نے)

دو باتیں

السلام علیکم... چند دن پہلے اخبار میں ایک خبر پڑھ کر میں چونک اٹھا۔ خبر اوصاف اخبار میں تھی اور اس کی سرخی یہ تھی۔

"قادیانیوں کے بہشتی مقبرے میں اژدہا نکل آیا"

میں نے جلدی جلدی خبر پڑھی... خبر واقعی دل خوش کن تھی... حیرت انگیز تھی اور عبرت آموز تھی... یہ مرزائیوں کے لیے عبرت پکڑنے کا سنہری موقع ہے... خدا کے لیے وہ اس موقعے کو نہ گنوائیں... سنیں...

چناب نگر... جسے مرزائی ربوہ کہتے ہیں... کے سامنے، سڑک پار کر کے ان کا قبرستان ہے... یہ قبرستان بھی دو حصوں میں تقسیم ہے... اس کے ایک حصے کو بہشتی مقبرہ کا نام دیا گیا ہے... اس میں مرزائیوں کے بڑے دفن کیے جاتے ہیں... یہاں مرزا غلام قادیانی کے بیٹے بشیر الدین محمود کو بھی دفن کیا گیا تھا... دوسرے بڑے بھی یہیں دفن کیے جاتے ہیں...

بقول ان کے... مرزا نبی تھا... گویا ایک نبی کی اولاد اس

قبرستان میں دفن ہے... اور نکل آیا وہاں ایک اژدہا... اژدہا بھی کیسا.. خبر کے الفاظ پہلے پڑھ لیں۔

"قادیانیوں کے بہشتی مقبرے میں اچانک ایک سیاہ رنگ کا بڑا اژدہا چوکیدار کو نظر آیا... اس کے اوسان خطا ہو گئے.. وہ مرزائیوں کو بلانے دوڑا... مرزائی ڈنڈے وغیرہ لے کر بہشتی مقبرے میں داخل ہوئے اور اژدہے کو مارنے کی کوشش شروع کی... لیکن وہ قبروں میں کہیں غائب ہو گیا... ان کے ہاتھ نہ لگ سکا۔"

اور میں کہتا ہوں... یہ مرزائیوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے، عقل کے ناخن لینے کا موقع ہے... وہ ہوش کریں... کس گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں... اگر یہ بہشتی قبرہ ہوتا تو اس میں سیاہ رنگ کے اژدہا کا کیا کام... اژدہے قبروں میں مردوں کو عذاب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ مقرر فرماتے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے... گناہ گاروں کو اژدہے مارتے ہیں تو وہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتے ہے... پھر اوپر آتا ہے تو اژدہا پھر مارتا ہے... اور کہتا ہے میرے کے ساتھ قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا اور قیامت کے بعد بھی۔

لیکن جنت میں کسی اژدہے کا تصور بھی ممکن نہیں... آج تک نہیں سنا گیا کہ جنت البقیع میں کوئی اژدہا نکل آیا ہو... جنت کے تذکروں میں بھی پھلوں... پھولوں... باغات، میوہ جات، حوروں،

علاقوں... سبزہ زاروں، چہچہاتے پرندوں کے ذکر ملتے ہیں... لیکن کسی حدیث میں نہیں کہ جنت میں سانپ یا اژدہا بھی ہیں... ہاں یہ چیز جہنم کا زیور ضرور ہیں...

جب کہ جہنم کو ضرور ایسی چیزوں سے سجایا گیا ہے... تو اسی جہنم کا یہ اژدہا اللہ تعالیٰ نے مرزائیوں کی قبروں پر مسلط کر دیا ہے... بھیجا ہے... وہ بھی ایک اک قبر پر کتنے مقرر ہوں گے۔ ایک تو اتفاقاً نظر آگیا... شاید اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو چاہتے ہیں... اس کے بندے اس کے دین کے تابع ہو جائیں... اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں...

لہٰذا یہ مرزائیوں کے لیے ایک وارننگ ہے... کہ خود کو اس اژدہا سے بچالو... حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مان لو... مرزا پر لعنت بھیج کر اسلام کے سایہ عاطفت میں آجاؤ... ورنہ پھر تم ہو گے اور یہ اژدہا ہو گا... ایسے ان گنت اژدہے ہوں گے۔

اشتیاق احمد

چائے میں بال

"وہ تین دن سے اس کا انتظار کر رہی ہے... اس کا انتظار ختم نہیں ہوگا جناب... وہ بھی مر جائے گی... کچھ کریں..."

فون پر کسی نامعلوم آدمی کے یہ الفاظ انسپکٹر جمشید کے لیے بھی عجیب سے تھے اور پر اسرار بھی۔

"آپ کون بات کر رہے ہیں، پہلے تو یہ بتائیں۔"

"افسوس! میں اپنا نام نہیں بتا سکتا... وہ مجھے بھی مار ڈالے گا۔"

"کون... آپ کس کی بات کر رہے ہیں۔"

"جس نے جھنڈے خاں کو ہلاک کیا ہے... ایک بالکل معمولی بات پر... وہ جو چائے اس کے لیے بنا کر لایا، اس میں ایک بال گر گیا تھا... جھنڈے خاں نے وہ بال نہیں دیکھا... بس اتنی سی بات پر اس نے سب کے سامنے اسے گولی مار دی۔"

"آپ کی ایک بات بھی سمجھ میں نہیں آئی... آپ نے بات کسی عورت سے شروع کی تھی۔"

"میں جھنڈے خاں کی بیوی کی بات کر رہا تھا..."

"اوہ..." وہ دھک سے رہ گئے... کیونکہ ایک دم اس کی تمام باتیں ان کی سمجھ میں آگئی تھیں۔

"وہ کون ہے... جس نے جھنڈے خاں کو قتل کیا ہے۔"

"سر توڑے شاہ۔"

"سر توڑے شاہ... کیا کہہ رہے ہو بھئی... وہ تو سنا ہے... بہت بڑے پیر ہیں... لاکھوں آدمی ان کے مرید ہیں۔"

"جی ہاں! میں انہی کی بات کر رہا ہوں... میں بھی ان کی حویلی میں ملازم ہوں... اور جھنڈے خاں کے پڑوس میں رہتا ہوں... اس کی بیوی تین دن سے بار بار مجھ سے پوچھ رہی... جھنڈے خاں کہاں ہے... وہ گھر کیوں نہیں آیا۔"

"اب بات سمجھ میں آگئی... لیکن اس بات پر کوئی یقین نہیں کرے گا... جب تک آپ خود عدالت میں بیان نہ دیں اور آنکھوں دیکھا حال بیان نہ کریں۔"

"میں... وہ... وہ مجھے مار ڈالیں گے... پیر صاحب کے جلاد۔"

"تو انہوں نے جلاد بھی رکھے ہوئے ہیں۔"

"جی ہاں! وہ جلاد بہت ظالم قسم کے قاتل ہیں... انسان کو اس طرح مار دیتے ہیں... جیسے کوئی چیونٹی کو مسل دے۔"

"تب پھر جھنڈے خاں کو پیر صاحب نے خود کیوں ہلاک کیا؟"

"یہ بالکل اچانک ہوا... جونہی انہیں چائے میں بال نظر آیا.. وہ چلائے... یہ کیا چائے میں بال... اتنی لاپروائی... یہ لو پھر انعام اس لاپروائی کا۔" یہ کہتے ہی انہوں نے پستول نکالا اور جھنڈے خاں پر گولی چلا دی... گولی اس کے سینے میں لگی... وہ چکرا کر گرا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔"

"یہ ایک الزام بھی ہو سکتا ہے..."

"آپ کا مطلب ہے... میں جھوٹ بول رہا ہوں۔"

"نہیں... عدالت میں ان کا وکیل یہ سوال اٹھائے گا... کہ عینی گواہ کہاں ہے... اسے عدالت میں پیش کیا جائے۔"

"تت... تو کیا آپ میری حفاظت کی ذمے داری لیتے ہیں۔"

"آپ اس وقت کہاں ہیں..."

"فون بوتھ نمبر 112... سلطان کالونی۔"

"یہ تو خود پیر صاحب کی کالونی میں ہے۔"

"جی ہاں! میں یہیں سے فون کر رہا ہوں۔"

"تب آپ نے غلطی کی... آپ کو کسی نے دیکھا تو نہیں۔"

"نہیں... میں نے پوری احتیاط کی ہے۔"

"آپ کا نام۔"

"اسلام۔" اس نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے... آپ وہیں ٹھہریں... میں آ رہا ہوں۔"

"آپ کا مطلب ہے... فون بوتھ میں ٹھہروں۔"

"نہیں... کہیں آس پاس چھپ جائیں... آپ کی زندگی کو خطرہ ہو سکتا ہے... جونہی میں جیپ لے کر اس بوتھ کے پاس پہنچوں آپ چاروں طرف دیکھ بھال کر میری طرف آ جائیں۔"

"تت... کیا میں واقعی خطرے میں ہوں۔"

"ہاں! بالکل۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"اچھا ایک کام اور کرتے ہیں... آپ فون بوتھ میں ہی رہیں... اور فون پر برابر بات کرتے رہیں... فون بند کر کے میری موبائل نمبر ڈائل کریں۔"

"جی... جی اچھا..."

انہوں نے اپنے نمبر اسے بتا دیے، ساتھ ہی وہ جیپ میں نکل کھڑے ہوئے اس وقت وہ دفتر میں تھے... اکرام کو انہوں نے ساتھ لے لیا۔

"اکرام... جیپ تم چلاؤ گے... انتہائی رفتار سے... سلطان کالونی چلنا ہے۔"

"جی... تت... کیا فرمایا... سلطان کالونی۔" اکرام زور سے چونکا۔

"کیوں... کیا ہوا۔"

"پیر سر توڑے شاہ بہت خطرناک آدمی ہے سر... اس سے

دور ہی رہیں۔"

"بات بہت خطرناک معلوم ہوئی ہے... ارے اس نے موبائل نمبر ڈائل پھر نہیں کیے اب تک۔" وہ چونکے۔

"بات کیا ہے سر۔" اکرام پریشان ہو گیا۔

انہوں نے جلدی جلدی بات بتائی... پوری بات سن کر اکرام نے کہا:

"تب تو وہ مارا گیا غریب۔"

"کیا مطلب... یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔"

"پیر صاحب کے محل میں... جدید ترین آلات نصب ہیں... وڈیو کیمرے تک نصب ہیں... وہاں کوئی کچھ بھی کرے... پیر صاحب کو خبر ہوتی ہے... پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام پیر صاحب کے خلاف فون پر کوئی بات کرنے نکل جائے اور پیر صاحب کو خبر نہ ہو۔"

"لیکن بھئی... اس نے باہر نکل کر پبلک فون بوتھ سے فون کیا ہے... اتنی عقل بہر حال اسے بھی ہے۔"

"اوہ... تب شاید وہ بچ جائے... لیکن ہمیں اور تیز چلنا ہو گا۔"

اور پھر انہوں نے جیپ اور رفتار پر چھوڑ دی... جلدی ہی وہ سلطان کالونی میں داخل ہو رہے تھے... اور پھر ان کی جیپ فون بوتھ کے پاس رک گئی... دونوں فوراً نیچے اتر آئے اور لگے چاروں

طرف دیکھنے... وہ دوپہر کا وقت تھا اور وہ بھی شدید گرمی کے موسم کی... ایسے میں چلچلاتی دھوپ مزاج پوچھ رہی تھی... لہٰذا وہاں کون ہوتا... دور دور تک کوئی نظر نہ آیا۔

"یا تو وہ موت کے خوف سے یہاں سے بھاگ جا چکا ہے... یا پھر پیر صاحب کے آدمی اسے پکڑ کر لے گئے ہیں۔" اکرام بڑبڑایا۔

"پہلے ایک منٹ انتظار کر لیتے ہیں۔" وہ بڑبڑائے۔

ایک منٹ گزر گیا... کوئی ان کی طرف نہ آیا...

"ویسے اس نے فون کرنے کا وقت اچھا چنا تھا... اس وقت قریب قریب سب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔" اکرام نے مسکرا کر کہا۔

"وہ آگیا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

انہوں نے ملازم ٹائپ ایک آدمی کو جیپ کی طرف آتے دیکھا... یہ محل آبادی سے کافی دور تھا... کسی زمانے میں ایک بہت بڑی حویلی تھی... کسی جاگیردار کی تھی... اس سے پیر صاحب نے خرید لی... اور پھر اس کو انہوں نے محل کی شکل دے دی تھی... اب لوگ اس کو حویلی بھی کہتے تھے اور محل بھی... اسلام نے نزدیک آکر خوف زدہ انداز میں کہا۔

"ہم... میں بال بال بچا... اگر میں فون بوتھ میں ہی کھڑا رہتا تو مارا گیا تھا۔"

"وہ کیسے؟"

"آپ کے موبائل نمبر ڈائل کرنے ہی لگا تھا کہ محل کی طرف سے جلادوں کو آتے دیکھا... بس فوراً نیچے بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے فون بوتھ سے نکل کر سرک گیا... جب وہ بوتھ کی طرف آئے تو میں اس وقت تک ایک درخت کی اوٹ لے چکا تھا... وہ ادھر ادھر دیکھ کر واپس چلے گئے... اس لیے میں فوراً آپ کی طرف نہیں آیا تھا۔"

"تب آپ نے ٹھیک کیا... اب آپ مزید دیر نہ لگائیں... فوراً جیپ میں بیٹھ جائیں۔"

وہ جیپ میں بیٹھ گیا... اکرام جیپ کو اڑا لے چلا...

"مجھے اس بات پر حیرت ہے سر... کہ ان لوگوں نے اسے آس پاس تلاش کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"ہاں! الجھن میں بھی محسوس کر رہا ہوں... خیر... پہلے ہم تصدیق کر لیتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اسلام کی طرف مڑے۔

"پیر نے لاش کا کیا کیا تھا۔"

"اس کے گرتے ہی جلاد اسے گھسیٹ لے گئے... مجھے نہیں معلوم... وہ کہاں لے گئے اسے۔"

"اچھی بات ہے... اپنے گھر کا پتا بتائیں۔"

"پپ چا... اوہ اچھا... مغل آبادی میں ہے میرا گھر۔"

اکرام نے جیپ کا رخ مغل آبادی کی طرف کر دیا... جلد ہی وہ اس کے گھر کے سامنے اترے۔

"چلو بھئی... جھنڈے خاں کے گھر کی طرف۔"

"اوہ اچھا۔"

وہ ان کے ساتھ چلا... ایک موڑ مڑا ہی تھا کہ خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹا اور فوراً ان دونوں کی اوٹ لے لی۔

"کیا میں دوڑ لگا دوں..." اس نے خوف کے عالم میں ہے۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"حملہ آور ہے ہیں.. غالباً وہ میرے گھر کی طرف آ رہے ہیں۔"

"تم مکمل طور پر اوٹ میں ہو جاؤ..."

"ج... جی اچھا۔" اس نے کانپ کر کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں... وہ ہماری موجودگی میں تم پر حملہ نہیں کریں گے۔"

"اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو فائر کیے بغیر رہیں گے بھی نہیں۔"

"اگر انہوں نے یہ حماقت کی... تو وہ اس کا مزا ابھی چکھ لیں گے... آپ فکر نہ کریں۔"

وہ ان کی اوٹ میں ہو گیا... چھ کے قریب غنڈے ان کے پاس سے گزر گئے... ان کے ساتھ ساتھ وہ بھی اپنا رخ تبدیل کرتے چلے گئے... یہاں تک وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے...

"تو یہ آپ کی تلاش میں ہیں۔"

"خیال تو یہی ہے..." اس نے کہا۔

"ہمیں جھنڈے خاں کے گھر تک لے چلیں۔"

"اگر یہ لوگ میری تلاش میں وہاں تک پہنچ گئے۔"

"دیکھا جائے گا... آپ چلیں۔"

وہ انہیں جھنڈے خاں کے دروازے تک لے آیا... دستک دی گئی... جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر عورت نظر آئی... رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ تھیں... اسلام کو دیکھ کر وہ چیخ کر بولی:

"اسلام بھائی... کچھ پتا چلا... آخر جھنڈے خاں کہاں چلا گیا۔"

"جھنڈے خاں اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید بول پڑے... کیونکہ اب اس خبر کو چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا

"ک... کیا... کیا مطلب..."

"ہاں بہن... انہیں سر توڑے شاہ نے قتل کر دیا... آج سے تین دن پہلے... میں آپ کو بتانے کی ہمت نہ کر سکا۔"

"نہیں... نہیں۔" وہ چلا اٹھی۔

پھر اس کے رونے کی آوازیں وہ سنتے رہے... اچانک اس نے کہا:

"ل... لیکن ان کی لاش کہاں ہے؟"

"لاش اس نے کہیں چھپا دی ہے... میں نے ان سے درخواست کی ہے... اب یہ لاش کو بھی تلاش کرائیں گے اور قاتل

کو گرفتار بھی کیا جائے گا۔"

"یہ... یہ سر توڑے شاہ کو گرفتار کریں گے... ناممکن۔" وہ چلائی۔

"آپ فکر نہ کریں... یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"کیا... نہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں... کوئی پریشانی ہو تو ہمیں بتائیں... کوئی مسئلہ ہو... ہمیں بتائیں... آیئے اسلام صاحب چلیں۔"

وہ وہاں سے مڑے ہی تھے کہ اسلام کو ایک زبردست جھٹکا لگا... عین اس وقت ایک بڑی گاڑی وہاں آکر رکی تھی اور اس سے ایک عجیب و غریب سا آدمی اترا تھا... اس کے ساتھ ہی پندرہ کے قریب مسلح آدمی اترے تھے:

"پکڑ لو... اس خبیث کو۔" عجیب و غریب آدمی نے بلند آواز میں کہا۔

"نن نہیں... نہیں۔" اسلام نے چیخ کر کہا۔

"یہ کون ہے؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"چھوٹے سر توڑے شاہ۔" اسلام نے فوراً کہا۔

"چھوٹے سر توڑے شاہ... کیا مطلب؟"

"سر توڑے شاہ کے چھوٹے بھائی۔"

"اوہ اچھا۔"

اسی وقت غنڈے اس کی طرف دوڑ پڑے۔

"خبردار... رک جاؤ... ورنہ اڑا کر رکھ دوں گا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کے ہاتھ میں پستول نظر آیا... انہوں نے ایک ہوائی فائر بھی کر دیا۔

فائر کی آواز سن کر وہ ایک جھٹکے سے رک گئے...

"کیا مطلب... کون ہو تم... جو ہمارے راستے میں آنے کی جرأت کر رہے ہو۔" چھوٹے سر توڑے شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

"خادم کو انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔"

"تب پھر پہلے انسپکٹر جمشید کا کام تمام کیا جائے... عدالتی کارروائی میرے ذمے۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔

تمام غنڈوں کا رخ ان کی طرف ہو گیا... وہ بے خوفی کے عالم میں ان کی طرف بڑھے...

"رک جاؤ... ورنہ گولی چلا دوں گا۔"

"چلا دو میرے بادشاہ... یہ تو اب نہیں رکیں گے۔" چھوٹے سر توڑے شاہ نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ان کا پیر انہیں حکم دے اور یہ حکم نہ مانیں... ہو نہیں سکتا۔"

"لیکن آپ پیر تو نہیں... پیر کے چھوٹے بھائی ہیں۔"

"ان کے لیے میں بھی پیر ہوں۔"

"اچھی بات ہے... اپنے مریدوں کی لاشیں اٹھانے کے

لیے تیار ہو جاؤ پھر۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ان میں سے ایک کی ٹانگوں پر فائر کر دیا... اس کے منہ سے بلند چیخ نکلی... اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا، یہ دیکھ کر دوسرے ٹھٹکے۔

"خبردار... رکو نہیں... ورنہ پھر پیر صاحب کا جلال تمہیں جلا کر راکھ کر دے گا۔"

وہ شور مچاتے پھر آگے بڑھے... انہوں نے پھر فائر کیا... ایک اور گرا۔ ان سب کے پاس صرف ڈنڈے تھے... پستول نہیں تھے... ورنہ وہ اب تک فائرنگ کر چکے تھے۔

"ہٹ جاؤ... نالائقو... ایک طرف... اب میں اسے دیکھوں گا۔" وہ گرجا۔

غنڈے کائی کی طرح پھٹ گئے... انہوں نے چھوٹے کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پستول دیکھا... ساتھ ہی اس نے فائر جھونک مارا... انہوں نے جھکائی دی اور ایک فائر اس کی طرف بھی کر دیا... پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور خون کا فوارا اس کے ہاتھ سے ابل پڑا... وہ ہاتھ کو پکڑ کر چیختا چلا گیا۔

"خبردار... ہاتھ اوپر اٹھا دو... ورنہ۔" وہ سرد آواز میں بولے۔

ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے... اس وقت تک اکرام اپنے ماتحتوں کو فون کر چکا تھا... جلد ہی وہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔

"گرفتار کر لو... ان سب کو۔"

"موت کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا ہے میرے بادشاہ۔" چھوٹا زہریلی ہنسی ہنسا۔

"یہ تو اپنا شوق ہے... انہیں دفتر لے چلو بھئی۔" وہ بولے۔

جونہی وہ دفتر پہنچے... آئی جی صاحب کا پیغام انہیں ملا... وہ انہیں بلا رہے تھے... وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئے اور بہت زور سے اچھلے۔

☆...☆...☆

ہم مجبور ہیں

آئی جی صاحب کے کمرے میں وزیر اعلیٰ بیٹھے نظر آئے... انھیں دیکھتے ہی وہ بولے:

"یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں انسپکٹر جمشید۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"میں بتاتا ہوں جمشید... کیا تم نے سر توڑے شاہ کے چھوٹے بھائی اور ان کے کچھ مریدوں کو گرفتار کیا ہے۔"

"اوہ! جی ہاں! یہ تو ہے۔"

"لیکن کیوں۔" وزیر اعلیٰ پر زور انداز میں ہاتھ مار کر بولے۔

"تفصیل سنا دیتا ہوں سر... پھر آپ خود فیصلہ فرمایئے گا کہ میں کیا کرتا۔"

"تفصیل نہیں... آپ ان کی رہائی کی بات کریں۔" وزیر اعلیٰ بولے۔

"سر! انھوں نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔"

"کس پر؟" وزیر اعلیٰ فوراً بولے۔

"مجھ پر... میرے ماتحت اکرام پر... اور ایک شخص اسلام

پر۔"

"غلط.. بالکل غلط.. یہ سفید جھوٹ ہے۔" وزیر اعلیٰ چلائے۔

"گگ... کیا کہا سر آپ نے... یہ بات تو خیر نہیں مانی جا سکتی۔" آئی جی صاحب نے فوراً کہا۔

"کون سی بات؟" وزیر اعلیٰ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"انسپکٹر جمشید جھوٹ نہیں بولتے۔"

"آپ خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔" وہ غرائے۔

"نہیں سر... اس بات کو سب لوگ جانتے ہیں... مانتے ہیں۔"

"ان سب لوگوں میں میں شامل نہیں۔" وہ جھلا کر بولے۔

"اس لیے سر کہ آپ نئے ہیں۔"

"نیا ہوں یا پرانا... آپ فوراً ان کی رہائی کی ہدایت دیں۔"

"آپ پہلے بات سن لیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"میں جھوٹ سننے کا عادی نہیں۔"

"تب پھر سچ کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے ناگوار انداز میں کہا۔

"پیر توڑے شاہ کے چھوٹے بھائی... اپنے چند مریدوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے انھیں روکنے کی کوشش کی... وہ نہ رکے... تو آپ نے ان پر فائرنگ کر دی۔"

"تو یہ کہانی سنائی آپ کو سر توڑے شاہ کے بھائی نے۔"

"یہ کہانی نہیں... حقیقت ہے۔"

"جب کہ میرا بیان ہے، یہ ایک جھوٹی کہانی ہے۔"

"کہانی جھوٹ ہے یا سچ... آپ کو ان کی یہی کہانی ماننا ہے... اور انہیں باعزت رہا کرنا ہے۔" وزیر اعلیٰ بولے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے سر... ان لوگوں نے باقاعدہ ہمیں قتل کرنے کی کوشش کی ہے... ساتھ ہی ایک غریب آدمی اسلام کو بھی، اور اسلام کا بیان ہے... کہ سر توڑ شاہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے ایک دوسرے ملازم جھنڈے خاں کو قتل کیا ہے... وہ بھی ایک بہت معمولی بات پر... جو چائے بنا کر لایا تھا، اس میں کوئی بال موجود تھا، بال کو دیکھ کر وہ آگ بگولا ہو گیا... اور اسے گولی مار دی... پھر اس کی لاش کو غائب کر دیا گیا... یہ واقعہ اب سے تین دن پہلے کا ہے۔"

"یہ کس کا بیان ہے... اسلام نامی شخص کا۔"

"جی ہاں۔"

"تب پھر آپ اس بیان کی بنیاد پر مقدمہ درج کرتے... آپ نے انہیں روک کر فائرنگ کیوں کی۔"

"پھر وہی بات سر... میں بتا چکا ہوں... ہم نے نہیں، راستا انہوں نے روکا اور فائرنگ بھی انہوں نے کی... ہم نے تو صرف اپنا بچاؤ کیا ہے۔"

"لیکن آپ کے پاس اس بات کا ثبوت کوئی نہیں... میں نے

تو سنا ہے، آپ بہت ذہین آدمی ہیں اور قانون کو سمجھتے ہیں... عدالت میں ثبوت چلتا ہے... نہ کہ زبانی باتیں۔"

"تب پھر ثبوت ہم عدالت میں پیش کریں گے۔"

"تو اس وقت تک کے لیے انہیں رہا کر دیں... جب عدالت انہیں سزا سنائے گی... تو آپ انہیں جیل بھجوا دیجیے گا۔"

"اور یہ جو انہوں نے قاتلانہ حملہ کیا ہے... ہاں یہ حملہ نہ کیا ہوتا تو ضرور یہ معاملہ عدالتی کارروائی کے ذریعے ہی طے کیا جاتا، یہ ان کی غلطی ہے۔"

"اور میں کہتا ہوں، آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں۔"

"میں کل انہیں عدالت میں پیش کروں گا... وہاں ثبوت بھی پیش کیا جائے گا۔" وہ مسکرائے۔

"تو کل تک آپ انہیں میری ضمانت پر رہا کر دیں۔" وزیر اعلیٰ نے فوراً کہا۔

انسپکٹر جمشید نے بے بسی کے عالم میں آئی جی صاحب کی طرف دیکھا... جیسے کہہ رہے ہوں۔

"اب میں کیا کہوں سر۔"

"بھئی جب وہ اپنی ضمانت پر چھڑا رہے ہیں... تو ہمیں کیا اعتراض..."

"سوال یہ ہے سر کہ کیا یہ کیس قابل ضمانت ہے؟"

"او ہاں! اس کا فیصلہ ہم نہیں... جج صاحب کریں گے۔" آئی جی صاحب نے فوراً کہا۔

"آپ... آپ بھی یہی کہہ رہے ہیں۔"

"سر! میں انسپکٹر جمشید کو جانتا ہوں... بلاوجہ یہ کسی بات پر نہیں اڑتے۔"

"آپ کا مطلب ہے... میں بلاوجہ بات پر اڑ رہا ہوں۔" وزیر اعلیٰ نے منہ بنایا۔

"میں نے یہ نہیں کہا سر... یہ بتایا ہے کہ انسپکٹر جمشید نے انہیں گرفتار کیا ہے تو بلاوجہ نہیں کیا۔" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"شیخ صاحب! میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا تھا کہ باتیں سنوں... میں آپ کو اپنے دفتر میں بلا کر آپ کو حکم بھی دے سکتا تھا... لہٰذا میں اب پھر کہہ رہا ہوں... آپ انہیں حوالات میں نہ رکھیں... ہاں عدالت کی طرف سے ان کی ضمانت نہ ہو تو ضرور انہیں جیل بھیج دیں... آخر اس میں کیا حرج ہے۔"

آئی جی صاحب نے بے بسی کے عالم میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا:

"ٹھیک ہے سر... لیکن انہیں عدالت میں بھیجنا آپ کی ذمے داری ہوگی۔"

"بالکل... حاضر ہوں گے وہ... کہیے تو تحریر لکھ دیں۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے بولے۔

"آپ لکھ دیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں... لائیے کاغذ۔"

انہوں نے کاغذ پر چند لائنیں لکھیں اور ان کی طرف سرکا دیا...

"اوکے سر... میں انہیں چھوڑ رہا ہوں... کل تک کے لیے... لیکن وہ بچ نہیں سکیں گے۔" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"ہمیں عدالت کا فیصلہ منظور ہوگا۔" وزیر اعلیٰ مسکرائے۔

اور پھر وہ وہاں سے نکل آئے... دوسرے دن عدالت میں وہ سب حاضر تھے۔ انسپکٹر جمشید اندر داخل ہوئے تو انہوں نے طنزیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا... پھر عدالتی کارروائی شروع ہوئی...

جج صاحب نے ساری بات سنی... آخر بولے:

"یہ دو طرف کے بیان ہیں... آپ کے پاس ان باتوں کا کوئی ثبوت ہے؟" انہوں نے یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں... بالکل... ہے۔"

"پیش کریں پھر۔"

انہوں نے اپنی گھڑی والا ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا... سب لوگ ان آوازوں کو غور سے سنتے رہے... آخر ٹیپ ختم ہو گئی۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔" جج صاحب نے چھوٹے

سرتوڑے شاہ کے وکیل کی طرف دیکھا۔

"یہ آوازیں جعلی ہیں..... میرے پاس مضبوط شہادت ہے۔" وکیل نے طنزیہ کہا۔

"پیش کریں۔"

"چھوٹے سرتوڑے شاہ اور ان کے ساتھیوں کو وزیراعلیٰ صاحب نے کل صبح گیارہ بجے اپنے دفتر بلوایا تھا... یہ تمام وقت وہاں رہے... یہ وہاں سے رات گیارہ بجے لوٹ رہے تھے... انسپکٹر جمشید گشت پر تھے... انہوں نے انہیں آوارہ گردی کے تحت گرفتار کرلیا۔ بس بات صرف اتنی سی ہے سر۔"

"آپ نے کیا کہا... یہ وہاں موجود رہے ہیں... وزیراعلیٰ صاحب کے پاس۔" جج صاحب نے چونک کر کہا۔

"ہاں جناب... لہٰذا جس وقت کا واقعہ انسپکٹر جمشید بیان کرتے ہیں... اس وقت تو یہ لوگ وہاں موجود ہی نہیں تھے۔"

"لیکن آپ نے وزیراعلیٰ صاحب کا بیان عدالت میں پیش نہیں کیا۔"

"میں لے کر آیا ہوں سر... یہ رہا ان کا تحریری بیان۔"

اب انہوں نے بیان پڑھا... ان کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی...

"اب آپ کیا کہتے ہیں انسپکٹر جمشید صاحب۔"

"یہ بیان بالکل غلط ہے... وزیراعلیٰ تو خود کل شام آئی جی

صاحب کے دفتر میں موجود رہے ہیں اور وہ ان لوگوں کی ضمانت کے سلسلے میں وہاں آئے تھے... اس بات کے گواہ آئی جی صاحب ہیں اور میرا یہ ٹیپ ریکارڈر بھی گواہ ہے۔"

"پہلے تو پھر وزیراعلیٰ صاحب سے پوچھنا ہوگا۔"

"انہیں بلانا ہوگا سر... یہ معلوم نہیں تھا کہ معاملہ اس کروٹ بیٹھے گا۔"

"آدھ گھنٹے تک کارروائی روک دیتے ہیں... آپ انہیں بلالیں۔"

"یس سر۔"

وہ باہر نکل آئے... ان کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے...

"آپ پریشان ہیں؟" اکرام نے کہا۔

"ہاں اس لیے کہ معاملہ گڑبڑ لگتا ہے۔"

"وہ کیسے سر؟"

"اگر آئی جی صاحب نے آکر ان کے حق میں بیان دے دیا تو؟"

"لیکن سر... وہ بھلا ایسا کیوں کرنے لگے۔"

"معاملے میں خود وزیراعلیٰ شامل ہیں..."

"لیکن اب انہیں بلانا تو ہوگا۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔"

اور پھر انہوں نے موبائل کے ذریعے انہیں اطلاع دی...

وہ عدالت میں آگئے۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"خیر تو ہے سر۔"

"مجھے ان کے مطلب کا بیان دینا ہوگا جمشید۔"

"جی... کیا مطلب؟" وہ اچھل پڑے۔

"ہاں جمشید... ہم... ہم مجبور ہیں۔"

"آخر ایسی کیا مجبوری ہے... یہ بھی تو بتائیں سر۔"

عین اس وقت عدالت کی طرف سے انھیں آواز دی گئی... وہ چونک اٹھے۔

"میں بعد میں وضاحت کروں گا جمشید۔"

یہ کہہ کر وہ عدالت کی طرف بڑھ گئے... اس وقت انھوں نے اپنے جسموں میں سنسنی کی لہریں دوڑتی محسوس کیں۔

☆☆☆

نہیں جمشید

عدالتی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی... آئی جی صاحب کا بیان سنا گیا... انھوں نے اس بات سے صاف انکار کر دیا کہ وزیر اعلیٰ ان کے دفتر آئے تھے اور وہاں انسپکٹر جمشید کو بھی بلایا گیا تھا... اس طرح سارا کیس یک دم پلٹ گیا اور جج صاحب نے سر توڑے شاہ کے چھوٹے بھائی اور اس کے ساتھیوں کو باعزت بری کر دیا... اب سب لوگ انسپکٹر جمشید کو بری طرح گھور رہے تھے اور دبی آوازوں میں ان پر فقرے کس رہے تھے... وہ سر جھکائے باہر نکل آئے... آئی جی صاحب ان کے ساتھ تھے... آخر دفتر میں داخل ہوئے:

"میں کچھ نہیں بتا سکتا جمشید۔"

"جی... کیا مطلب..."

"تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ میں نے عدالت میں جھوٹا بیان کیوں دیا... تو میں اس کی کوئی وجہ نہیں بتا سکتا۔"

"کوئی بات نہیں سر... لیکن ہم اپنی حیرت کا کیا کریں۔"

"کسی طاق میں رکھ کر بھول جاؤ اس کو... اور اب جاؤ... آرام کرو... اس کیس نے تمہارے دل و دماغ کو بری طرح متاثر کیا

ہے... لہٰذا میں تمہیں تین دن کی چھٹی دیتا ہوں۔"

"مجھے چھٹی نہیں چاہیے سر۔"

"خیر... اس وقت تو تم گھر جاؤ نا۔"

"بہت بہتر سر... میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے نکل آئے... باہر اکرام کھڑا تھا۔

"کیا بتایا سر۔"

"وہ کچھ بتانے کو تیار نہیں ہیں۔"

"حیرت ہے... کمال ہے۔" اکرام کے منہ سے نکلا۔

"اور افسوس ہے۔" وہ مسکرائے۔

"اب... ہمارا کیا بنے گا۔"

"کچھ نہیں... ہم اسلام کی حفاظت کریں گے... اور جھنڈے خاں کے قتل پر کام کریں گے۔"

"گویا آپ ابھی نہیں سمجھے۔"

"کیا نہیں سمجھے۔"

"پیر توڑے شاہ کے خلاف قدم اٹھانا شیر کے منہ میں ہاتھ دینا ہے۔"

"ایسے کام تو پھر ہم کرتے رہتے ہیں۔"

"لیکن شہر میں پیر توڑے شاہ کے لاکھوں مرید ہیں... وہ آئندہ ہونے والے الیکشنوں میں صورت حال یک دم پلٹ سکتے ہیں۔" اکرام نے کہا۔

"کک... کیا مطلب... یہ تم نے کیا کہا؟"

"اصل مسئلہ ہی یہ ہے سر... ملک میں جلد انتخابات ہونے والے ہیں... حکومت کو اپنے طرف داروں کی اس وقت شدید ضرورت ہے... اور پیر توڑے شاہ اس وقت زبردست طرف دار بن سکتے ہیں۔ وہ جس کا طرف دار ہو جائے گا... اس پارٹی کو لاکھوں ووٹ گویا مل جائیں گے... یہ ہے پیر توڑے شاہ کی طاقت کا راز۔"

"اوہ اوہ... اسی لیے میں کہتا ہوں... یہ جمہوریت غیر اسلامی جمہوریت ہے... اور ہم اس نظام کے لیے مرے جا رہے ہیں۔"

"جی ہاں! اب غور کریں... فرض کیا... آپ پیر توڑے شاہ کو جھنڈے خاں کا قاتل ثابت کر دیتے ہیں... لاش بھی آپ تلاش کر لیتے ہیں... اگرچہ یہ اب ناممکن ہے..."

"کیا مطلب... یہ تم نے کیا کہا اکرام۔"

"اب آپ جھنڈے خاں کی لاش کو تلاش نہیں کر سکیں گے سر۔"

"لیکن کیوں نہیں کر سکوں گا۔"

"میں نے سنا ہے... اس کے محل کے نیچے ایسے بڑے بڑے تالاب بنائے گئے ہیں... جن میں نہ جانے کون کون سے کیمیکل ڈالے گئے ہیں... جب اس کے جلاد کسی کو قتل کرتے ہیں تو اس کی لاش کو تالاب میں ڈال دیتے ہیں... بس وہ آدمی ان میں حل ہو جاتا ہے اور پھر تالاب کو خالی کر دیا جاتا ہے... اس میں تازے سرے سے

کیمیکل ڈال دیا جاتا ہے اگلی لاش کے لیے۔"

"نن نہیں۔" ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"یہی بات ہے سر۔"

"لیکن آج تک اس کے محل پر چھاپہ کیوں نہیں مارا گیا۔"

"چھاپے مارنے سے پہلے کیا وارنٹ کی ضرورت نہیں ہوتی سر؟" اکرام ہنسا۔

"بالکل ہوتی ہے۔"

"تو وارنٹ آپ کس سے جاری کرائیں گے۔"

"لیکن مجھے وارنٹ جاری کرانے کی کیا ضرورت ہے... میرے پاس تو ریڈی میڈ وارنٹ ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"اوہ ہاں... لیکن۔"

"اب یہ لیکن تم کہاں سے لے آئے؟" انہوں نے منہ بنایا۔

"وہ اسی وقت وزیر اعلیٰ کو فون کرے گا اور آپ کو روک دیا جائے گا۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... گویا ہمیں اس کیس کو کسی اور طرح لینا ہوگا۔"

"میں تو کہتا ہوں سر... آپ اس کیس کو بھول ہی جائیں۔"

"یہ... یہ تم کہہ رہے ہو اکرام... تم سے تو ایسی امید نہیں تھی۔"

"میں اپنے لیے نہیں سر... آپ کے لیے کہہ رہا ہوں...

میں نہیں چاہتا، آپ ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔"

"اور میں جھنڈے خان کا کیا کروں اکرام۔" وہ بولے۔

"بھول جائیں۔"

"یہ نہیں ہوگا۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"تب پھر... آپ کیا کریں گے۔" اکرام پریشان ہو گیا۔

"پتا نہیں... میں گھر جا رہا ہوں۔"

"آپ جو کچھ بھی کریں... پہلے مجھ سے مشورہ ضرور کریں۔"

"اچھی بات ہے اکرام..." انہوں نے سر ہلا دیا۔

گھر پہنچے تو بہت پریشان نظر آ رہے تھے... یہ دیکھ کر محمود، فاروق اور فرزانہ کے رنگ اڑ گئے۔

"اتنا پریشان تو شاید ہم نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"تو اب دیکھ لو۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"گویا آپ غصے میں بھی ہیں... تب تو آپ پہلے بیٹھ جائیں... کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جب کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے... بیٹھا ہوا ہو تو لیٹ جائے۔"

"اچھی بات ہے... یہ لو میں بیٹھ گیا۔" وہ اسی جگہ فرش پر بیٹھ گئے۔

"یہ... یہ کیا... آپ تو یہیں بیٹھ گئے۔"

"گویا میں بیٹھنے کے لیے پہلے صحن تک جاتا... لیکن اس طرح آپ ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے میں دیر ہو جاتی۔"

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے... خیر... اگر آپ کا غصہ کم ہو گیا تو صحن تک چلیں... امی جان نے آج ناشتے میں بہت مزے کی چیزیں تیار کی ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"ناشتے میں... لیکن یہ ناشتے کا وقت کب ہے۔"

"شام کا ناشتا۔"

"اوہ اچھا... خیر..." وہ مسکرا دیے اور صحن میں آ گئے۔

"ناشتے سے پہلے آپ یہ بتا دیں... آپ پریشان کیوں ہیں۔"

"اس طرح تو تم بھی پریشان ہو جاؤ گے اور مزے دار چیزیں بھی تمہیں بے مزہ معلوم ہوں گی۔"

"ہوں... اچھا... چلیے پھر پہلے ناشتا ہو جائے۔"

انہوں نے ناشتا کیا... چیزیں واقعی بہت مزے کی ثابت ہوئیں... انہوں نے انگلیاں چاٹیں... پھر اٹھ کر ہاتھ دھوئے...

"یہی ہے... ہمارے نبی کریم ﷺ کا طریقہ... کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لیا جائے اور پھر ہاتھ دھوئے جائیں۔" وہ مسکرائے۔

تینوں نے سر ہلا دیے... پھر فرزانہ نے کہا:

"اب بتائیں... آپ کس لیے پریشان ہیں۔"

انہوں نے تفصیل سنا دی...

"گویا کیس کا ایک حصہ تو آپ بتا چکے ہیں... اب دوسرے ر کام کرتا ہے اور باقاعدہ وارنٹ دکھا کر آپ اس محل کی تلاشی نہیں لے سکیں گے۔"

"اکرام کا خیال یہی ہے۔"

"لیکن ہمارا خیال اس کے الٹ ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ تلاشی لینے دیں یا نہ دیں... آپ کو پہلے ی راستے سے کوشش کرنا چاہیے... جب ناکام ہو جائیں... پھر چور استہ تلاش کریں گے۔"

"جی... چور راستہ..." فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں ا۔

"کیوں... تمہیں کیا ہوا؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہو گا... تمہیں ہر وقت ناولوں کے نام ہی سوجھتے ہتے ہیں۔"

"تمہارے خیال میں مجھے اور کیا سوجھنا چاہیے۔"

"کام کی باتیں..." محمود ہنسا۔

"توبہ ہے تم سے... کیا ناول کے نام کام کی بات نہیں وتی۔"

"لیکن ہم میں سے کوئی مصنف نہیں ہے۔"

"کیا دیر لگتی ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب... کس میں کیا دیر لگتی ہے۔"

"مصنف بننے میں... تم لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض کردوں... میں آج کل ایک ناول لکھ رہا ہوں... جاسوسی ناول۔"

"کیا!!!" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"ہاں! اس میں شک نہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"کس میں شک نہیں۔" محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اس میں کہ میں ان دنوں ایک عدد جاسوسی ناول لکھ رہا ہوں... جب مکمل ہو جائے گا، تب کسی پبلشر کو دوں گا۔"

"اس کا نام کیا رکھا ہے۔"

"ابھی نام نہیں رکھا... ویسے ہو سکتا ہے... چور راستا ہی رکھ دوں... کیونکہ یہ نام اچھا ہے۔"

"یہ بیکار لوگوں کا کام ہے... اس کام سے باز آجاؤ... ورنہ ادھر کے رہو گے نہ ادھر کے۔" فرزانہ نے گویا خبردار کیا۔

"مجھے ادھر ادھر کے رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

انسپکٹر جمشید کو ہنسی آگئی... پھر بولے:

"لکھ لینے دو بھئی... جب پبلشر کو پسند نہیں آئے گا تو خود منہ لٹکا لے گا۔"

"ٹھیک ہے ابا جان... ہمیں کیا... مارنے دو بھی مغز۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔" فاروق جھٹ سے بولا۔

"کیا مطلب... کس کی ضرورت نہیں۔"

"مغز مارنے کی... اس کے بغیر بھی کام چل جائے گا۔"

"گویا تم لوگ کہتے ہو کہ ہمیں قانون کے مطابق محل کی تلاشی لینا چاہیے۔"

"جی ہاں! بالکل۔"

"اوکے... پھر ابھی چلتے ہیں... دیر کیوں لگائیں۔"

اب انھوں نے اکرام کو فون کیا۔

"ہیلو اکرام... ان کا مشورہ ہے کہ پہلے قانون کے دائرے میں رہ کر محل کی تلاشی لی جائے۔"

"لیکن آپ لے نہیں سکیں گے۔"

"ان دونوں کا کہنا ہے کہ ہم ایسا کر سکیں گے۔"

"نہیں کر سکیں گے... انھیں پیر سر توڑے شاہ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں... ارے۔"

"یہ ارے کس خوشی میں۔"

"میں اسلام کو تو بھول ہی گیا... وہ اس وقت کہاں ہے۔"

"حفاظت کے خیال سے میں نے اسے ایک خفیہ مقام پر پہنچا دیا ہے۔"

"نہیں اکرام... اسے خفیہ ٹھکانہ نمبر تین پر رکھا جائے۔"

"جو حکم۔"

"اپنے ماتحت محل کے گرد مقرر کر دو۔"

"ہم بہت بڑی مصیبت کو آواز دے رہے ہیں سر... اپنی حفاظت کے تمام تر انتظامات کر کے روانہ ہوں۔"

"اچھی بات ہے... ہم انتظامات کر کے چلیں گے... میں پروفیسر صاحب کو فون کر رہا ہوں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا... اور اپنی خفیہ فورس کو بھی حرکت میں لے آئیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں... میں وہاں پہنچ رہا ہوں... تم بھی روانہ ہو جاؤ۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ اپنی جیپ سے محل کے سامنے اترے... محل کے دروازے پر مسلح اور خونخوار قسم کے پہرے دار موجود تھے... انھوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا... لیکن جب وہ پیدل چلتے ان کے نزدیک پہنچ گئے... تب جھلائے ہوئے انداز میں ایک نے کہا:

"کیا ہے... کدھر منہ اٹھائے چلے آ رہے ہو۔"

"محل کی تلاشی لی جائے گی۔"

"کیا کہا... یہ ہم نے کیا سنا... ایسی بات تو پہلے کبھی دیکھی نہ سنی۔"

"تو اب سن لو... دیکھ بھی لو... اور سمجھ لو۔" [illegible] جمشید

نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جاؤ یہاں سے ہوا کھاؤ... یہاں تم لوگوں کی دال نہیں گلے گی۔"

"گلی گلائی دال گھر سے لے آئے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

انھیں ہنسی آ گئی...

"سنو مسٹر... ہمارے پاس وارنٹ ہیں۔"

"کک... کیا... کیا کہا۔" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

"ہاں! یہ اطلاع دو اپنے پیر کو۔"

"ادب سے نام لو۔"

"بھئی وہ تمہارے پیر ہیں... ہمارے نہیں۔"

"تب بھی یہاں ان کے لیے ادب سے کام لینا ہوگا۔"

"اندر جا کر بتائیں... پولیس آئی ہے... اس کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہے۔"

"ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں... ہمیں تو بس یہ حکم ہے کہ کسی تلاشی لینے والے کو اندر جانے نہیں دیا جائے گا۔"

"چاہے تلاشی کا وارنٹ ہی کیوں نہ ہو اس کے پاس۔"

"وہ تو خیر ہو ہی نہیں سکتا۔"

"اکرام... وارنٹ انھیں دکھا دو... اس کے بعد بھی راستہ نہ [illegible] انھیں اڑا دینا۔"

"کک... کیا کہا سر... اڑا دیا۔"

"ہاں یہی کہا ہے۔"

"یہ کہنا آسان ہے... لیکن کرنا مشکل۔" ایک پہرے دار ہنسا۔

"اکرام۔" انسپکٹر جمشید کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"یس سر... یس سر۔" اکرام کانپ گیا۔

ان کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا... پہرے دار بھی چونک اٹھے... ایسے میں انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں پستول نظر آیا... لیکن ساتھ ہی پروفیسر داؤد کی آواز ابھری:

"نہیں جمشید... تم کچھ نہیں کرو گے۔"

☆...☆...☆

یہ انگوٹھی

انہوں نے حیران ہو کر پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا:

"یہ... یہ آپ نے کیا کہا... انکل۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے کہا ہے... انسپکٹر جمشید اب تم کچھ نہیں کرو گے... جو کرنا ہے... اب میں کروں گا... تم اپنا پستول جیب میں رکھ لو۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں... پہلے تو یہ بتائیں۔"

"میں اس محل کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا چاہتا ہوں۔"

"لیکن ہم پہلے قانون کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہیں پروفیسر صاحب۔" اکرام نے گھبرا کر کہا۔

"وہ قانون کو نہیں مانتے... نہ وہ تم لوگوں کے وارنٹ کو مانیں گے... یقین نہیں تو آزما لیں۔"

"ہم یہی کریں گے... ابھی آپ حرکت میں نہ آئیں۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"او کے جمشید... تم اپنا زور لگا لو... میں اس طرف ہٹ جاتا ہوں... لیکن یہاں کام میں ہی کر سکوں گا... تم ان پہرے داروں کا

کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔" ان کے لہجے میں الجھن تھی۔

"کیا مطلب... کیا یہ لوہے کے ہیں... میرا مطلب ہے... کیا یہ روبوٹ ہیں۔"

"نہیں... لیکن یہ بلٹ پروف لباس میں ہیں... ایسے لباس میں جو ابھی ہمارے ملک میں آنا بھی شروع نہیں ہوا... میں اس لباس کو پہچانتا ہوں... یہ انسارجہ کے ایک سائنسدان نے بنایا تھا اور جب اس کی نمائش ہوئی تھی تو اس نے مجھے بھی بلایا تھا۔"

"تب پھر یہ لباس ان کے پاس کہاں سے آ گیا؟"

"اس سوال کا جواب تم پیر سر توڑے شاہ سے پوچھنا... اب کہو... کیا پروگرام ہے۔"

"پہلے ہم ہی ان سے بات کریں گے۔"

"او کے! میں اس طرف بالکل تیار ہوں... جونہی تم اشارہ کرو گے، میں حرکت میں آ جاؤں گا۔"

"لیکن ہم ایسا کوئی قدم کیوں اٹھائیں۔"

"قدم اٹھائے بغیر یہ تلاشی نہیں دیں گے... اور ہمیں پیر توڑے شاہ کو قاتل ثابت کرنا ہے۔"

ایسے میں اچانک محل کا دروازہ کھلا... شاید پہرے داروں نے خفیہ طور پر اندر اطلاع کر دی تھی... انہوں نے دیکھا... پچاس کے قریب مسلح آدمی آ رہے تھے... ان کے ہاتھوں میں ایسا اسلحہ تھا جو انہوں نے ابھی تک اپنے ملک میں نہیں دیکھا تھا۔

"کیوں جمشید... اب کیا خیال ہے... کیا تم اس اسلحے کا مقابلہ کر سکو گے۔"

"پتا نہیں... ابھی مجھے معلوم نہیں کہ اس کی مار کہاں تک ہے... یا کیسی ہے۔"

"یہ اس دور کی خطرناک ترین رائفلیں ہیں... انسان کے چیتھڑے اڑا کر رکھ دیتی ہے اور ان سے نشانہ نہیں لینا پڑتا۔"

"جی کیا مطلب... نشانہ نہیں لینا پڑتا۔"

"بس دشمن جس سمت ہے... اس سمت میں فائر کر دو... گولی خود دشمن کا رخ کرے گی... اور دشمن نہیں بچ سکے گا... جمشید جس طرح تم پستول کی گولیوں کے وار بچا لیتے ہو نا... ان رائفلوں کے وار نہیں بچا سکو گے... لہٰذا مجھے میدان میں آنے دو... ورنہ نقصان میں رہیں گے ہم سب اور پیر توڑے کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے... آپ میدان میں آ جائیں... لیکن وار اس وقت کریں... یہ جب یہ وار کرنے پر تل جائیں۔"

"فکر نہ کرو۔"

"آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟" ایک جلاد نے آگے بڑھ کر کہا... شاید وہ ان کا انچارج تھا، رائفل اس کے ہاتھ میں بھی تھی...

"جمشید... یہ لوگ اسی بلٹ پروف لباس میں ہیں۔"

"ہوں... تو پھر تیار رہیں۔"

"میں سو فیصد تیار ہوں... خان رحمان... تم بھی مورچہ

سنبھال لو۔"

"او کے پروفیسر۔"

"اور محمود، فاروق اور فرزانہ تم بھی۔"

"یس انکل۔"

یہ کیا ہو رہا ہے۔" انچارج غرایا۔

"جنگ کی تیاری۔"

"کیا آپ لوگ پاگل ہیں۔"

"کبھی کبھی ہو جاتے ہیں... ابھی تک ٹھیک ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہو... تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"محل کی تلاشی... اب یا آپ ہمیں تلاشی لینے دیں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہمیں تیاری کرنے کی ضرورت نہیں... کیا آپ کے پاس وارنٹ ہیں۔"

"ہاں! ہیں۔"

"آپ وارنٹ دکھا دیں... ہم اندر بھیج دیں گے... پھر جو پیر صاحب کا حکم ہوگا، وہ کریں گے۔"

"یہ بات تو ہم پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ وارنٹ دیکھ لیں... اور تلاشی لینے دیں... ان لوگوں نے کوئی بات سنی ہی نہیں۔"

"ٹھیک ہے... اب وارنٹ دکھا دیں۔"

"اکرام... وارنٹ انھیں دے دو۔"

وارنٹ بغور پڑھنے کے بعد اس کے چہرے پر حیرت پھیل گئی...

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"ہم سمجھے نہیں جناب! آپ کا اشارہ کس طرف ہے۔"

"آئی جی صاحب یہ وارنٹ جاری نہیں کر سکتے۔"

"وارنٹ آپ کے ہاتھ میں ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں... آئی جی صاحب یہ وارنٹ جاری نہیں کر سکتے۔"

"پہلے میں آئی جی صاحب سے تصدیق کروں گا... ہو سکتا ہے... یہ دستخط جعلی ہوں۔"

"آپ جملے میں سے ہو سکتا ہے، ہٹا دیں... پھر دیکھیے میں کیا کرتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کریں گے آپ۔"

"آپ کو عدالت میں گھسیٹوں گا۔"

"اوہ نہیں... آپ ایسا بھی نہیں کر سکیں گے... پیر سرتوڑے شاہ اتنے کم طاقت نہیں کہ ان کے کارکن کو عدالت میں لے جایا جا سکے۔"

"تب پھر آپ بے خوف ہو کر ہو سکتا ہے، جملے سے ہٹا دیں اور یوں کہیں... یہ دستخط جعلی ہیں۔"

"پہلے میں آئی جی صاحب سے بات کروں گا۔" اس نے منہ

بتایا۔

"جیسے آپ کی مرضی۔"

اس نے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ ملنے پر بولا:

"شیخ صاحب! سر توڑے شاہ کا مرید خاص، شبیر شاہ بات کر رہا ہوں۔"

پھر اس نے تفصیل سنا دی... اس کے بعد ریسور ان کی طرف بڑھا دیا:

"جمشید... یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو... بڑی مشکل سے تو چھوٹے سر توڑے شاہ والا مسئلہ ختم ہوا... اب تم ان کے محل پہنچ گئے۔"

"کیا مطلب سر... کیا میں جھنڈے خاں کے قتل کو بھول جاؤں۔"

"کیا جھنڈے خاں کی لاش ملی ہے جمشید۔"

"نہیں سر... لاش غائب کر دی گئی ہے۔"

"کیا اس کی بیوی کی طرف سے رپورٹ درج کرائی گئی ہے جمشید۔"

"یس سر... اس نے اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی ہے۔"

"تو انہی کو تفتیش کرنے دو۔"

"آپ بھول رہے ہیں سر۔" وہ مسکرائے۔

"اور وہ کیا..."

"انسپکٹر جمشید کو یہ اختیارات حاصل ہیں... وہ کسی بھی علاقے کا کوئی بھی کیس، کسی بھی وقت اپنے ہاتھ میں لے کر خود کام شروع کر سکتا ہے... اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا... یہ صدر صاحب کے احکامات ہیں... آپ خود ہی جانتے ہیں۔"

"ہاں! یہ بات ہے... لیکن جمشید... اس طرح پورے ملک کا نظام گڑبڑ ہو جائے گا... صدر صاحب نے بہت مشکل سے پیر توڑے شاہ کی حمایت حاصل کی ہے... اور اب ان کا ساتھ نہیں دیتے... تو پھر وہ جس جماعت کا ساتھ دیں گے... آئندہ حکومت اس پارٹی کی بنے گی... یہ ہے اہمیت سر توڑے شاہ کی۔"

"سر! معاف کیجیے... میں جھنڈے خاں کا کیا کروں... دوسری بات... اگر سر توڑے شاہ نے یہ قتل نہیں کیا... تب تو انہیں خوشی سے محل کی تلاشی کی اجازت دے دینا چاہیے... اس طرح تو ان کی پوزیشن صاف ہو جائے گی... ورنہ بات چھپی نہیں رہے گی... مخالفین کے کانوں تک ضرور پہنچے گی... وہ تو اس قسم کی خبروں کی تلاش میں ہیں... لہٰذا خوب چرچا ہو گا... اور الٹا نقصان ہو گا... اس لیے توڑے شاہ کو چاہیے کہ خود تلاشی دیں... خوش ہو کر دیں... تاکہ میں باہر نکل کر اخبارات کو بتا سکوں... پیر سر توڑے شاہ بالکل بے گناہ ہیں... انہوں نے کسی جھنڈے خاں کو قتل نہیں کیا... یہ ان کے خلاف پروپیگنڈا ہے۔"

"اور ہے بھی یہی بات... اسلام نامی شخص ضرور مخالف

جماعت کا آدمی ہے اور انہوں نے ہی اسے توڑے شاہ کے ہاں ملازمت کرنے کی ہدایت دی ہوگی... تاکہ وہ اندر کی خبریں پہنچاتا رہے۔"

"اس بات کا امکان ہے... لیکن اس صورت میں تو سر توڑے شاہ کو خوشی سے تلاشی دینا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے... تم ریسیور ان کے ہاتھ کو دو۔"

اب آئی جی صاحب شبیر شاہ سے بات کرنے لگے... آخر اس نے ریسیور رکھ دیا اور ان کی طرف مڑے:

"آپ... صرف آپ میرے ساتھ اندر آئیں... میں آپ کو پیر صاحب سے ملوا دیتا ہوں... اگر وہ آپ کا اطمینان کرا دیں... تو آپ واپس لوٹ جائیے گا... آپ کا اطمینان نہ ہو سکے تو محل کی تلاشی لے لیجیے گا۔"

"منظور۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن جمشید... ہم تمہیں اکیلے اندر نہیں جانے دیں گے... کم از کم ہم ساتھ چلیں گے۔" خان رحمان بولے۔

"آپ فکر نہ کریں... انہیں کچھ نہیں ہوگا۔"

"تو بھی ہمیں ساتھ لے جانے میں آپ کا کیا نقصان ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اچھا خیر... آپ دونوں بھی آ جائیں۔"

"تب پھر جناب... ہمارا کیا قصور ہے۔" محمود بولا

"کیا مطلب؟"

"ہم بھی اس بہانے محل کو اندر سے دیکھ لیں گے... بہت تعریف سننے میں آئی ہے... محل کے اندرونی حصوں کی۔"

"اچھی بات ہے... آپ بھی آ جائیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

پھر وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے... انہیں بہت حیرت ہوئی... اندر سے عمارت بہت طویل تھی... درمیان میں ایک بہت پختہ سڑک تھی... سڑک کے دونوں طرف پھولوں کے پودے لگے تھے اور ان میں رنگ رنگ کے پھول بہار دکھا رہے تھے.. پھولوں کے درمیان چلتے ہوئے انہیں عجیب سی فرحت کا احساس ہوتا رہا... سڑک کے دونوں طرف کمرے تھے... انہیں تین منٹ تک چلنا پڑا... پھر کہیں جا کر وہ ایک عالی شان دروازے کے سامنے رکے... دروازے پر سونے کے تاروں سے کام کیا گیا تھا... شبیر شاہ نے دستک دی... دروازہ کھلا اور ایک خوفناک شکل کے آدمی نے غرا کر کہا:

"کیا ہے شبیر شاہ۔"

"ان... ان لوگوں کو پیر صاحب سے ملوانا ہے... آئی جی صاحب سے بات ہو چکی ہے۔"

"اور پیر صاحب سے۔"

"آئی جی صاحب اب تک ان سے بات کر چکے ہوں گے۔"

"میں پتا کرتا ہوں..."

یہ کہہ کر اس نے کھٹ سے دروازہ بند کر دیا...

"محل میں مریدوں کا رش تو کہیں نظر آیا نہیں۔"

"یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے... ملاقات کے لیے اوقات مقرر ہیں... مرید صرف ان اوقات میں ہی آتے ہیں... وہ بھی نذرانے لے کر... نذرانے کے بغیر کوئی آتا ہے تو دروازے پر موجود پہرے والے اندر آنے ہی نہیں دیتے۔"

"اوہ اچھا۔"

عین اسی وقت دروازہ کھلا... اور خوفناک آواز سنائی دی۔

"ان لوگوں کو اندر بھیج دو شیر شاہ... تم واپس لوٹ جاؤ... تمہاری ڈیوٹی ختم۔"

"او کے سر۔" اس نے گویا اطمینان کا سانس لیا۔

پھر وہ اندر داخل ہوئے... ساتھ ہی دروازہ کھٹ سے بند ہو گیا... اندر چھوٹے پیر صاحب گدے دار کرسی پر براجمان تھے اور اکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے... کئی مرید اس کے بازو اور ٹانگیں اس طرح زور شور سے مل مل کر دبا رہے تھے، گویا انہیں اور کوئی کام نہ ہو۔

"اوہ... آخر تم یہاں آ گئے۔"

"اور میں کیا کرتا جناب۔"

"دیوار سے سر ٹکرا دیتے... معاملہ صاف ہو جاتا۔"

"خودکشی حرام ہے۔" وہ مسکرائے۔

"کیا آپ یہاں لیکچر دینے آئے ہیں۔"

"اگر کچھ لوگ میرا لیکچر سننے کے خواہش مند ہوں تو لیکچر بھی سنا سکتا ہوں۔"

"بس بس... رہنے دیں... اور کام کی بات کریں۔"

"کام کی بات... محل کی تلاشی لینا چاہتے ہیں اب۔"

"کتنے پیسوں کی ضرورت ہے۔" اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"کتنے پیسوں کی ضرورت ہے... کہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا پیٹ بھر جائے۔"

"گویا تلاشی کے بجائے آپ ہمیں رشوت دینا چاہتے ہیں۔"

"اس لیے کہ وقت بچ جائے گا آپ کا بھی اور ہمارا بھی۔"

"آپ ہمارے وقت کی بات نہ کریں... ہم دن رات کام کرنے کے عادی ہیں۔"

"او کے... رقم بتائیں۔"

"خان رحمان۔"

"ہاں جمشید۔" انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"اس سوال کا جواب دیں۔"

"بہت اچھا۔"

یہ کہہ کر خان رحمان قدرے آگے آ گئے... انہوں نے اپنی

جیب سے ہیرے کی ایک انگوٹھی نکال کر اس کے آگے پھینک دی۔

"کیا مطلب... یہ کیا ہے۔"

"ہیرے کی انگوٹھی۔" وہ بولے۔

"کیا مطلب؟"

"ہیرے کی انگوٹھیاں ہماری جیبوں میں پڑی رہتی ہیں... رشوت لے کر ہم کیا کریں گے... آپ کے محل میں اس انگوٹھی کا کوئی جواب ہے؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"ان... انگوٹھی کا جواب۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"ہم... میرا مطلب ہے، یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... ہے کوئی تک۔"

"نہیں... ہاں تو بات ہو رہی تھی رشوت کی... پیر صاحب، کیا آپ اس انگوٹھی کی قیمت ادا کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ بھلا کیا مشکل ہے... میں کھڑے کھڑے اسے خرید سکتا ہوں، بلکہ اس جیسی سینکڑوں انگوٹھیاں خرید سکتا ہوں۔"

"آپ سینکڑوں کی بات جانے دیں... فی الحال ایک کی بات کریں۔"

"نہیں... میں اب ایک سے زائد خریدوں گا... شرط یہ ہے کہ یہ اصلی ہیرا ہو۔"

"آپ اپنے جوہری کو بلالیں۔"

"اچھی بات ہے... اب یہ کام ہو کر رہے گا... جوہری اس وقت یہیں آیا ہوا ہے۔"

"یہ اور اچھا ہے... ویسے کیا اب وقت ضائع نہیں ہو رہا۔"

"اوہ... نہیں۔" چھوٹا پیر توڑے شاہ مسکرایا۔

پھر وہاں جوہری پہنچ گیا۔

"ذرا اس انگوٹھی کو دیکھیے گا... ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔"

"یہ کیا فضول بات ہے۔" جوہری نے منہ بنایا۔

"میں نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ کیا فضول ترین بات ہے... ہم اور ہیرے کی انگوٹھی نہ خرید سکیں۔"

"پہلے جوہری صاحب انگوٹھی کو دیکھ لیں.... پھر بات کریں۔"

"ٹھیک ہے... کہاں ہے انگوٹھی۔"

"فرش پر پڑی ہے۔"

"ہیرے کی انگوٹھی اور فرش پر... اوہ ہاں... نقلی ہیرے کی انگوٹھی۔" جوہری نے چونک کر کہا۔

"آپ پہلے دیکھ لیں، پھر بات کریں۔"

"یہ لیں... میں نے اٹھا لی اور یہ دیکھ لیا اس کو... اس..."

وہ زور سے اچھلا۔

"گگ... کیا ہوا؟" چھوٹے سر توڑے شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

"نن نہیں... نہیں۔" جوہری چلا اٹھا۔

"اوہو... کیا ہو گیا ہے۔"

"یہ... یہ انگوٹھی۔"

"اوہو... چلو کوئی بات نہیں... ہو گیا ہمارا اندازہ غلط... یہ اصلی ہیرے کی ہے... تو پھر... ہیرے کی انگوٹھیاں ایسی چیز تو نہیں کہ آپ دیکھ کر اچھل اچھل پڑیں۔" ہیر نے وضاحت بتایا۔

"حد ہو گئی... آپ غلط سمجھے۔" جوہری بولا۔

"میں کیا غلط سمجھا اور حد کیوں ہو گئی۔" اس نے جل کر کہا۔

"سر! یہ انگوٹھی... میرا مطلب ہے، اس انگوٹھی کا ہیرا کوئی عام ہیرا نہیں ہے... ایسا ہیرا تو ملک کے صدر کے پاس بھی نہیں ہو گا... دنیا کے کسی حکمران کے پاس بھی نہیں ہو گا... حیرت ہے... یہ ان کے پاس کہاں سے آ گیا۔"

"کیا... نہیں۔" توڑے شاہ نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں جناب! یہ نایاب چیز ہے... اس جیسا دوسرا ہیرا پوری دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہو گا... یہ جس قیمت پر چاہیں... کسی بھی حکمران کے ہاتھ اس کو فروخت کر سکتے ہیں... بڑے سے بڑے ملک کا حکمران اس کی قیمت ادا کرتے ہوئے چکرا جائے گا۔"

"نن... نہیں..." وہ چیخا۔

"یہی بات ہے جناب۔"

"آپ بتائیں آپ نے یہ کہاں سے لی؟"

"ہاہاہا... میری تو ہیروں کی کانیں ہیں... سونے کی کانیں ہیں۔"

"خوب! ذرا مجھے بھی دکھانا بھئی۔" توڑے شاہ نے کہا۔

جوہری نے انگوٹھی اس کی طرف بڑھا دی... وہ چند منٹ تک انگوٹھی میں جڑے ہیرے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کو اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"کیا مطلب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں۔"

"آپ نے انگوٹھی جیب میں کیوں رکھی۔"

"اچھی لگی... رکھ لی... ہمیں جو چیز اچھی لگ جاتی ہے... ہم اس حاصل کر لیتے ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... آپ نے انگوٹھی مفت میں رکھ لی۔"

"مرتا کیا نہ کرتا۔" ہیر مسکرایا۔

"خوب خوب! لیکن ہم اس بھاؤ اسے فروخت نہیں کر سکتے۔"

"تو آپ سے بھاؤ پوچھ کون رہا ہے... آپ اس کو بھول جائیں اور اگلی بات کریں... آپ حویلی کی تلاشی کس سلسلے میں لینا چاہتے ہیں۔"

"پہلے انگوٹھی پر تو بات کر لی جائے۔" خان رحمان جلدی

سے بولے۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے، پھر انھوں نے کہا:

"فکر نہ کرو خان رحمان... انگوٹھی ان سے ہضم نہیں ہو گی.. تھوڑی دیر کے لیے انھیں اپنا دل خوش کرنے دیں... جب ہم یہاں سے چلنے لگیں گے، اس وقت یاد کرانا۔"

"یاد کرانا... کیا مطلب... یاد کیا کراؤں۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی کہ ابھی ہمیں ان سے اپنی انگوٹھی واپس لینا ہے۔"

"اوہ اچھا۔" خان رحمان خوش ہو کر کہا۔

"مر گئے واپس لینے والے۔"

"اور واپس دینے والے۔" فاروق نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" چھوٹے سر توڑے شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

"اور واپس دینے والے زندہ ہیں یا مر گئے۔"

"وہ تمھارے سامنے زندہ سلامت موجود ہیں۔"

"یوں تو ہم بھی موجود ہیں پھر۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ لڑکا پاگل تو نہیں؟"

"جی نہیں... البتہ۔" محمود نے کہنا چاہا۔

"البتہ کیا؟" وہ جلدی سی بولا۔

"البتہ یہ دوسروں کو پاگل کر دینے کا ماہر ضرور ہے۔"

"مجھے ادھر ادھر کی باتیں پسند نہیں ہیں... آپ تلاشی کی بات کریں... انگوٹھی کی بھول جائیں۔"

"آپ پر الزام ہے... میرا مطلب ہے... سر توڑے شاہ پر الزام ہے... کہ انھوں نے اپنے ایک ملازم جھنڈے خاں کو ہلاک کیا ہے۔"

"کیا بکواس ہے... بھلا سر توڑے شاہ... اتنے بڑے آدمی، ایک معمولی ملازم کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے... ایسے چھوٹے موٹے لوگوں کو وہ اپنے ملازموں سے ہلاک کرا دیتے ہیں۔"

"اپنے ملازموں سے نہیں... اپنے جلاد سے۔"

"خوب! کیا آپ کے ان الفاظ کو اقبالی الفاظ سمجھا جائے۔"

"یہ کیا پوچھا آپ نے... میں سمجھا نہیں۔"

"کیا آپ عدالت میں بھی یہ الفاظ دہرا سکتے ہیں۔"

اس لمحے اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... پھر اس نے گھنٹی بجائی... فوراً ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ رنگ کا آدمی اندر داخل ہوا... بالکل افریقہ کے حبشی جیسا۔

"کیا حکم ہے آقا... کیا ان کے ٹکڑے کر دوں۔"

"ٹکڑے کرنے کی باری بعد میں آئے گی... پہلے ممبران کو بلاؤ... جلدی۔"

"او کے آقا۔" اس نے سر جھکا کر کہا... پھر جانے کے لیے

مڑا... لیکن دروازے پر رک کر پھر ان کی طرف مڑا:

"اب کیا ہے۔"

"ان کی کیا ضرورت ہے... ان کا قصہ ہمیں پاک کر دیتے ہیں۔"

"لو ہو... تم جاؤ... اگر انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا تو اس پر عمل کریں گے۔"

"آپ کا تو لمبا پروگرام لگتا ہے جناب اور ہمیں ذرا جلدی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"ہم ذرا اپنا قانونی حق استعمال کرنے لگے ہیں۔"

"کک... کیا مطلب... قانونی حق۔"

"آپ نے عدالت کی بات کی ہے نا... تو ہم نے سوچا... ہم بھی کیوں نہ اپنے وکیل کو بلا لیں... ذرا قانون کا مقابلہ قانون سے ہی ہو جائے۔"

"لو اچھا... واقعی یہ آپ کا حق ہے... تو کیا اتنی دیر تک ہم یہاں بیکار بیٹھے رہیں گے۔"

"نہیں... اتنی دیر تک آپ اپنی انگوٹھی کی بات کر لیں۔"

"لو ہاں! یہ ٹھیک رہے گا... لایئے انگوٹھی واپس... وہ آپ کی چیز نہیں ہے... اگر شوق ہے تو اس جیسی دوسری حاصل کر کے اعلان کریں کہ آپ نے بھی ایسی حاصل کر لی ہے۔"

"ہیرا یا انگوٹھی۔" اس نے منہ بنایا۔

"اصل بات ہیرے کی ہے... ویسے تو وہ انگوٹھی بھی عام دھات کی نہیں یعنی سونے کی نہیں ہے، اس لیے کہ سونا پہننا مردوں کے لیے حرام ہے۔"

"کیا بات کی آپ نے... حرام ہے... یہاں حرام حلال کا ذکر کہاں سے نکل آیا۔"

"ہم جہاں ہوتے ہیں... موقعے کے مطابق دوسروں کو دین کی بات ضرور بتاتے ہیں۔"

"حد ہو گئی... ارے میاں تم یہاں محل کی تلاشی لینے آئے تھے... درمیان میں نکال بیٹھے اپنی ہیرے کی انگوٹھی... جو اب میری جیب میں نہیں ہے... اب آپ لے بیٹھے دین کی بات۔"

"کیا کیا جائے... مجبوری ہے... ارے ہاں... یہ آپ نے کیا کہا... جو اب آپ کی جیب میں نہیں ہے۔"

"ہاں! آپ لوگوں کے سامنے اگرچہ میں نے انگوٹھی جیب میں ڈالی تھی... لیکن اب آپ اس کو میری جیب سے نکال کر نہیں دکھا سکتے... لہٰذا آپ لوگوں کے لیے جیب میں نہیں ہے۔"

"آپ کے لیے تو ہے نا۔"

"میری بات چھوڑیں... اپنی کریں۔"

عین اس لمحے دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد کا آدمی اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر حد درجے سختی کے آثار تھے اور آنکھوں میں غصہ تھا... جسم پر دو کیلوں والا لباس تھا... آتے ہی اس نے غرا کر کہا۔

"آپ کو ان لوگوں کی طرف سے کوئی پریشانی محسوس ہوئی ہے سر؟"

"ارے نہیں... یہ بے چارے کیا پریشان کریں گے... انہوں نے بس ایک بات قانون کی کر ڈالی... تو میں نے انہیں یہ بتانے کے لیے آپ کو بلایا کہ قانون کے کھلاڑی ہماری جیبوں میں پڑے ہیں۔"

"اس میں کیا شک ہے۔"

"کک... کیا کہا آپ نے..." فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نے کہا ہے... اس میں کیا شک ہے۔" وکیل نے منہ بنایا۔

"میں نے آپ سے نہیں سر چھوڑے صاحب سے کہا۔"

"کیا کہا..." وہ غرایا۔

"اوہ سوری... زبان پھسل گئی۔"

"ہم زبان گدی سے کھینچ لیا کرتے ہیں۔"

"مشکل ہے جناب..." محمود نے منہ بنایا۔

"مشکل ہے... کیا مشکل ہے۔"

"اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے... یہ بہت مشکل ہے۔"

"اندازہ جلد ہو گا... فکر نہ کرو... ہاں تو کیا کہنا چاہتے تھے آپ۔" اس نے فاروق کی طرف دیکھا۔

"آپ نے قانون کے کھلاڑی بولا تھا... میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... یہ یہاں کون پاگل لوگ جمع ہو گئے ہیں... یہ تو مجھے پاگل کر دیں گے۔" چھوٹے سر توڑے شاہ جھلا اٹھا۔

"مجھے ان سے بات کرنے دیں جناب۔" وکیل نے کہا۔

"اسی لیے تو بلایا ہے... اور کیا یہاں آپ کا اچار ڈالنا تھا۔" اس نے منہ بنایا۔

"نہیں سر... آپ فکر نہ کریں... آپ کو میرا اچار ڈالنے کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی... ہاں جناب... اب آپ بتائیں... غالباً آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔" وکیل ان کی طرف مڑا۔

پہلی بار انہوں نے اس کی زبان میں لرزش محسوس کی... گویا وہ انہیں پہچاننے کے بعد پریشان ہو چلا تھا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے... اس محل کی تلاشی کا وارنٹ ہے ہمارے پاس اور بس... ہم یہاں کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"وارنٹ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"پتا نہیں... آپ تو وارنٹ دیکھ لیں بس۔"

اس نے وارنٹ دیکھے... آنکھیں گھمائیں... پھر بولا:

"آئی جی نے آپ کے خلاف وارنٹ جاری کر کیسے دیا۔"

"اس سے بعد میں نمٹیں گے... پہلے ان سے بات کر لیں۔"

چھوٹے سر توڑے شاہ نے کہا۔

"لو ہاں... خیر... آپ تلاشی دے دیں... ہمارا کیا جاتا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے... ہم انہیں محل کی تلاشی لینے دیں... آپ تو انگوٹھی بھی واپس کرنے کے لیے کہہ دیں گے پھر۔"

"انگوٹھی... کیا مطلب؟" وکیل اور پریشان ہو گیا۔

اب اس نے انگوٹھی کے بارے میں بتایا۔

"آپ سارے کام کر ڈالنے کے بعد مجھے بلاتے ہیں جناب.. میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ مجھے پہلے بلایا کریں۔"

"آپ کی بات ہمیں بعد میں یاد آتی ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں... اب آپ کے پاس دو راستے ہیں... پہلا یہ کہ محل کی تلاشی دے دیں اور ان کی انگوٹھی انہیں واپس دے دیں... اس صورت میں آپ ہر قسم کی الجھن سے بچ جائیں گے... اور دوسرا راستہ ہی پراسرار راستہ۔"

"دوسرا راستہ ہی پراسرار راستہ... اس جملے میں تو دو نام ہو گئے ناولوں کے... پہلا نام دوسرا راستہ، دوسرا نام پراسرار راستہ۔"

"تب پھر وکیل صاحب... اب ہمیں پراسرار راستہ ہی اپنانا ہو گا۔"

"لیکن یہ راستہ ہم سب کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"وکیل صاحب... کیا آپ یہ شاندار ملازمت چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔"

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا، لیکن اگر آپ میرے قانونی مشورے چاہتے ہیں تو ان پر عمل بھی کریں۔"

"تب ہم پراسرار راستہ ہی اختیار کریں گے... آپ کو وکالت کرنا ہے کریں... ورنہ یہاں تو لائن لگ جائے گی وکیلوں کی۔"

"اس میں تو خیر شک نہیں۔" وکیل مسکرایا۔

"کس میں شک نہیں۔"

"یہ کہ یہاں وکیلوں کی لائن لگ جائے گی۔"

"آپ بھی ان لوگوں کی طرح ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔" سر توڑے کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مجھے کوئی تیسرا راستہ نظر نہیں آرہا۔" وکیل نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"تب پھر آپ آرام کریں.. ہمیں اپنا کام شروع کرنے دیں۔"

"یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"تو میں کیا کروں۔"

"اوکے... میں جا رہا ہوں... آپ جانیں... آپ کا کام۔" یہ کہہ کر وکیل ایک جھٹکے سے مڑا۔

"دبوچ لو۔"

سر توڑے نے سرد آواز منہ سے نکالی... فوراً وہاں موجود جلادوں نے اسے جکڑ لیا۔

☆...☆...☆

اسی وقت ایک ٹب میں پانی لایا گیا... ان کے سامنے پیر نے اپنے دونوں پیر اس میں ڈال دیے... پھر پانی کو پیروں سے ہلایا جلایا.. آخر اس پانی میں سے ایک گلاس بھر لیا... وہ گلاس وکیل کو پیش کیا گیا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے گلاس پکڑ لیا اور لے چلا منہ کی طرف...

"ایک منٹ جناب۔" ایسے میں انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"کیا مطلب؟" توڑے شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ انسانیت کی توہین ہے اور ہم انسانیت کی توہین برداشت نہیں کر سکتے لیکن وکیل صاحب آپ یہ پانی نہ پئیں۔"

"حد ہو گئی... آپ کون ہوتے ہیں ہمارے معاملے میں ٹانگ اڑانے والے... یہ ان کی زندگی اور موت کا سوال ہے... اور پھر ملازمت کا بھی۔"

"ہو گا... سوال... ہمیں کیا۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"مطلب یہ کہ آپ دخل دے کر رہیں گے۔"

"جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر۔"

"تب پھر سن لیں... نہ آپ کی انگوٹھی آپ کو دی جائے گی... نہ محل کی تلاشی دی جائے گی۔"

"آپ سن رہے ہیں وکیل صاحب۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! کیوں نہیں... میں سن رہا ہوں۔"

دھماکے کی برکت

وہ حیرت زدہ رہ گئے...

"یہ... یہ کیا۔"

"گردن مروڑ دو اس کی۔"

"نن نہیں... نہیں... مجھ سے غلطی ہو گئی... مم مجھے معاف کر دیں... تمام زندگی آپ کے پاؤں دھو کر دھو کر پیوں گا۔"

"وعدہ کرتے ہیں۔" سر توڑے شاہ ہنسا۔

"بالکل۔" اس نے کہا۔

"پانی لایا جائے... ہم اپنے پیر دھونا چاہتے ہیں۔"

"کک... کیا مطلب؟" وکیل لرز گیا۔

"ابھی آپ نے کہا تھا... آپ ہمارے پاؤں دھو دھو کر پئیں گے۔"

"وہ... وہ مم... میں نے محاورتاً کہا تھا۔"

"دبوچ لو... گردن مروڑ دو۔"

"نن نہیں... نہیں اچھا ٹھیک ہے... آپ پیر دھوئیں۔"

"واہ! یہ ہوئی نا بات۔"

"عدالت میں گواہی دیں گے ان کے خلاف۔"

"جی نہیں... آپ انہیں نہیں جانتے۔"

"اور آپ ہمیں نہیں جانتے۔"

"میں آپ لوگوں کو جانتا ہوں۔"

"اوکے... آپ گواہی نہیں دیں گے... پھر بھی ہم آپ کو یہ پانی نہیں پینے دیں گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے پروفیسر داؤد کو اشارہ کر دیا۔ ان کا ہاتھ حرکت میں آیا اور پھر وہاں ایک ہلکا سا دھماکا ہوا... وہاں موجود لوگوں کی چیخیں بلند ہوئیں... پھر خاموشی چھا گئی۔

"خان رحمان... تم اپنی انگوٹھی نکال لو... اور تم لوگ ان سب کو باندھ دو... ان کے ہوش میں آنے سے پہلے پہلے... ویسے پروفیسر صاحب اب بے ہوشی کا تحفہ کتنی دیر کا ہے۔"

"یوں تو یہ تین گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئیں گے... ہاں ایک دوا سنگھائی جائے تو فوراً آنکھیں کھول دیں گے۔"

"چلیے پھر تو ٹھیک ہے۔"

"اور ہم کیوں بے ہوش نہیں ہوئے انکل۔" محمود نے پوچھا۔

"جب ہم کسی مہم پر روانہ ہوتے ہیں... میں ایک ایک گولی چوسنے کے لیے تم لوگوں کو دیتا ہوں... آج وہ گولی میں نے گاڑی میں دی تھی یا نہیں۔"

"اوہ... جی ہاں... ہم سمجھے تھے... آج آپ کو اپنا بچپن یاد آگیا ہے... اور ہمیں بھی اپنا بچپن یاد کرنے کی دعوت دے رہے ہیں.. جبکہ ہم تو ہمیشہ یہی خیال کر لیتے ہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں... یہ خیال کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن اب کیا ہوگا... یہاں تو بڑے توڑے کی پوری فوج آجائے گی۔"

"اوہ ہاں... پہلے مجھے اپنی خفیہ فورس کو یہاں بلا لینا چاہیے.. تاکہ ہم کوئی خطرہ مول نہ لے سکیں۔"

"اور بے ہوش وکیل کا کیا جائے۔"

"وکیل کی گواہی ہمارے بہت کام آئے گی... اسے خفیہ ٹھکانہ نمبر تین پر بھیج دیتے ہیں... جس روز گواہی ہوگی... بس اسی روز وہاں سے اسے عدالت میں لائیں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

پھر انہوں نے ایسا ہی کیا... ان لوگوں کو ہوش میں لایا گیا.. چھوٹے توڑے شاہ حیرت زدہ انداز میں کافی دیر تک پلکیں جھپکاتا رہا، آخر اس نے کہا:

"یہ سب کیا تھا... وہ دھماکا کیسا تھا۔"

"وہ دھماکا دراصل جادو کا دھماکا تھا۔"

"کک... کیا کہا... جادو کا دھماکا..." فاروق نے گھبرا کر

کہا۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی۔" محمود نے اسے گھورا۔

"ہم... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی... یعنی کہ۔"

"اور ہمیں باندھا کیوں گیا ہے... اوہ... وہ وکیل کہاں گیا۔ اس نے وہ پانی پایا نہیں۔"

"نہیں... انہیں پیاس نہیں تھی... اب پانی آپ کے لیے ہے... یہ لیں... خان رحمان... ذرا ان کی پیاس بجھاؤ۔"

"خبردار... میرے پیروں کو دھو کر حاصل کیا جانے والا پانی ہمیں کو پلا رہے ہو!"

"کیا مطلب... کیا آپ کسی اور کے پاؤں دھو کر وہ پانی پینا چاہتے ہیں... تب پھر فرمائیں... آپ کے لیے کس کے پاؤں دھوئے جائیں۔"

"ابھی تک بڑے صاحب کو ان حالات کی خبر کیوں نہیں ہوئی... یہ محل ہمارا ہے... اس پر ان کا قبضہ کیسے ہو گیا۔"

"یہ سب اس دھماکے کی برکت ہے... کیا آپ یہ بات اب تک نہیں سمجھ سکے۔"

"اب تم لوگوں نے اپنی قسمت تاریک کر لی... اس بات کو لکھ لیں۔"

"لکھنے کے لیے قلم کاغذ کی ضرورت پیش آئے گی۔"

ایسے میں کمرے کا دروازہ کھلا... اور ایک سفید لباس والا اندر داخل ہوا... اس نے انسپکٹر جمشید کو نہایت ادب سے سلام کیا، پھر بولا:

"بڑے پیر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔"

"اچھا... کوئی بات نہیں... بس صرف وہ اندر آئیں۔"

"اوکے سر... ایک وزیر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں... وہ کئی بار فون کر چکے ہیں... ہم نے ہر بار یہی جواب دیا ہے، آپ بہت مصروف ہیں... ہر بار ان کا پارہ چڑھتا گیا ہے... اور اب مارے غصے کے وہ زمین پر پاؤں نہیں ٹکا رہے۔"

"ان کی بات چھوڑو... اب ہمیں محل کی تلاشی تو لینا ہو گی۔ چاہے کوئی وزیر آئے یا ملک کا صدر ہی کیوں نہ آ جائے... کیا تم نے یہ بات نوٹ کر لی... کہ ہمیں ہر حال میں محل کی تلاشی لینا ہے..."

"یس سر... میں اس بات کو سمجھتا ہوں۔"

"اور کیا تم پوری طرح تیار ہو۔"

"جی ہاں... بالکل۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"کیا نہیں سمجھتے آپ۔"

"یہ کہ تم لوگ پوری طرح تیار ہو۔"

"اوہ سوری سر... ہم... معافی چاہتا ہوں۔"

"جاؤ... جلدی کرو۔"

عین اس وقت دروازے پر زوردار دستک دی گئی... ساتھ ہی گرج دار آواز سنائی دی:

"یہ یہاں کیا ہو رہا ہے... یہ سر توڑے شاہ کا محل ہے یا کوئی بھٹیار خانہ۔"

آواز بہت بلند تھی اور بھاری بھرکم تھی... انھوں نے خفیہ فورس کے کارکن کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"یس سر... یہ بڑے والے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"اوکے... تم جاؤ اور تیار شروع کردو۔"

وہ چپ چاپ دروازہ کھول کر نکل گیا... ادھر بڑے توڑے شاہ اندر داخل ہوئے... ان کا حلیہ عجیب و غریب تھا... بہت بڑی بڑی مونچھیں... ڈاڑھی بھی بے تحاشا بڑھی ہوئی... سکھوں جیسی... چہرے پر مونچھیں زیادہ نظر آ رہی تھیں باقی چہرہ گویا ان کے پیچھے چھپ گیا تھا... اور دونوں ہونٹ تو بالکل نظر نہیں آ رہے تھے... آنکھیں بالکل گول تھیں... الوؤں جیسی... سر پر اگر دو سینگ بھی ہوتے تو وہ بالکل جن نظر آتا.. لیکن بہر حال وہاں سینگ نہیں تھے.. تاہم انھوں نے خیال ہی خیال میں اس کے سر پر دو سینگ بھی کھڑے کر لیے۔

"یہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"آپ بڑے سر توڑے شاہ ہیں؟" انھوں نے پوچھا۔

"اس میں کیا شک ہے۔"

"کیا آپ نے جھنڈے خاں کو قتل کیا ہے۔"

"جھنڈے خاں... کون جھنڈے خاں۔"

"آپ کا ملازم تھا بے چارہ... چائے بنا کر لایا تھا... چائے میں آپ کو بال نظر آ گیا... بس آپ نے اس غریب کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔"

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا۔"

"جس نے دیکھا ہے... اس کا نام بھی س سے ہے... وہ آپ کے خلاف عدالت میں گواہی دے گا۔"

"مر گئے گواہی دینے والے... اور یہ کیا... تم لوگوں نے میرے بھائی اور حویلی کے ملازموں کو باندھ کیوں رکھا ہے۔"

"یہ ہم پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔"

"تم لوگوں کو پر حملہ کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے... تم تو بغیر حملہ کیے ہی نیست و نابود ہو جاؤ گے... اسلام جس روز کا یہ واقعہ بتاتا ہے... اس روز تو ہم محل میں موجود ہی نہیں تھے اور پھر ہم عدالت میں سوال اٹھائیں گے... لاش کہاں ہے۔"

"اور میں جواب دوں گا... ہم لاش ان کے محل سے تلاش کر چکے ہیں۔"

"کیا دن میں خواب دیکھنے کے عادی ہو۔"

"میں تو رات میں بھی بہت کم خواب دیکھتا ہوں۔"

"تو پھر جاؤ... کیوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے چلے آئے ہو... میں تمہیں ایک موقع دے رہا ہوں۔"

"ہم محل کی تلاشی لینے کے لیے آئے ہیں اور تلاشی لے کر جائیں گے۔"

ایسے میں فون کی گھنٹی گنگنا اٹھی... بڑے پیر نے فون کی طرف قدم بڑھائے۔

"نہیں... فون ہم سنیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی... یہ میرا محل ہے... آپ کا دفتر نہیں۔"

"آپ زیر حراست ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چیخا۔

ادھر انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھالیا اور دوسری طرف کی بات سن کر ان کے منہ سے نکل گیا۔

"کیا!!!"

☆...☆...☆

آخری کوشش

دوسری طرف صدر صاحب تھے اور انھوں نے فون میں کہا تھا:

"جمشید! سر توڑے شاہ کا محل فوراً خالی کر دو... ان کے کسی آدمی کو گرفتار نہ کرنا... نہ ان کے بھائی کو کچھ کہنا... اور فوری طور پر تم میرے پاس ایوان صدر چلے آؤ۔"

"معاف کیجئے سر... اب یہ نہیں ہو سکتا... پیر سر توڑے شاہ نے ایک شخص بلکہ ایک بہت غریب شخص... اپنے ملازم جھنڈے خان کو قتل کیا ہے... عینی گواہ ہمارے پاس موجود ہے۔"

"عینی گواہ... کیا کوئی ان کا مخالف جھوٹا گواہ نہیں بن سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے... تو پھر مقتول کہاں ہے... آخر وہ ایک جیتا جاگتا انسان تھا... کوئی کھلونا نہیں کہ توڑ کر پھینک دیا ہو گا۔"

"اسے تلاش کرنا تمہارا کام ہے... پہلے اس کی لاش کو تلاش کرو... پھر کسی پر الزام عائد کرنا... جب تک لاش نہیں مل جاتی، اس وقت تک ہم سر توڑے شاہ خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"

"میں ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا رہا سر... صرف محل کی تلاشی لینا چاہتا ہوں... اور یہ تلاشی جھنڈے خاں کی تلاش کے سلسلے میں ہے۔"

"ٹھیک ہے... تم تلاشی لے لو... لیکن اس سے زیادہ کچھ اور نہ کرنا۔"

"ہمیں کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں۔" انہوں نے منہ بنایا۔

انہوں شاید جل بھن کر کہا...

"اچھا فون کا ریسیور سر توڑے شاہ کو دیں۔" صدر صاحب نے جھلا کر کہا۔

انہوں نے مسکرا کر ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا... صدر کی بات سن کر توڑے شاہ چلا اٹھا

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... میں ہرگز تلاشی نہیں دوں گا... اگر ایسا کیا گیا تو میرے مرید ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے... کیا آپ چاہتے ہیں... ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔"

"نہیں... میں ایسا کیوں چاہوں گا بھلا۔" صدر صاحب گھبرا کر بولے۔

"تب پھر انہیں حکم دیں کہ یہ یہاں سے فوراً لوٹ جائیں۔"

"آپ نہیں جانتے سر توڑے شاہ..." صدر صاحب نے

سرد آواز میں کہا۔

"اور میں کیا نہیں جانتا، یہ بھی تو بتائیں۔"

"یہ کہ یہ کوئی عام انسان نہیں ہیں... انسپکٹر جمشید ہیں... ان کی بھی ملک میں ایک طاقت ہے... یعنی ملک میں ان کے حامی شاید آپ کے مریدوں سے بھی زیادہ نکل آئیں۔"

"مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں... آپ مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کریں۔"

"میری معلومات اس وقت بہت خوفناک ہیں سر توڑے شاہ... آپ وقت کی نبض پر ہاتھ رکھیں اور انہیں تلاشی لینے دیں... آخر اس میں آپ کا کیا نقصان ہے... اگر آپ نے یہ جرم نہیں کیا تو وہ اس شخص کی لاش کو کس طرح تلاش کر لیں گے بھلا۔"

"مجھے نہیں معلوم... میں تو محل کی تلاشی نہیں دوں گا۔"

"اب قانون انسپکٹر جمشید کا ساتھ دے گا... آپ سوچ لیں۔"

"قانون میرے نزدیک کچھ نہیں ہے... اس کو تو ہم خود بناتے ہیں... خود توڑتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ ذرا ریسیور انسپکٹر جمشید کو دیں... میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ہاں! یہ ہوئی نا بات۔"

اب پھر ریسیور انسپکٹر جمشید کے کان سے آلگا۔

"جمشید... تم ہی مان جاؤ۔"

"اگر یہ تلاشی نہ لی گئی سر... تو پوری دنیا میں ہمارے ملک کا مذاق اڑایا جائے گا... کیا ایسا پسند کرتے ہیں... جب قانون کے مطابق ایک کام ہو رہا ہے تو سر توڑے شاہ کو اس قانون کا احترام کرنا چاہیے... اگر انہوں نے جرم نہیں کیا تو انہیں پروا نہیں ہونی چاہیے... جب لاش نہیں ملے گی اور میں کوئی جرم ثابت نہیں کر سکوں گا تو کیا اس طرح ان کی نیک نامی میں اضافہ نہیں ہوگا اور بدنامی ہمارے پلے آئے گی... یہ یہ کیوں نہیں سوچتے۔"

"میں نے ہر طرح انہیں مجبور کیا ہے... لیکن یہ بھی نہیں مانتے۔"

"تب آپ درمیان سے ہٹ جائیں... معاملہ ان کے اور میرے درمیان رہنے دیں..."

"اب... اب شاید یہی کرنا ہوگا۔" صدر صاحب نے مجبور ہو کر کہا۔

"شکریہ سر۔"

"ریسیور پھر سر توڑے شاہ کو دو جمشید... میں ایک آخری کوشش اور کر لوں۔"

"جی... ہاں... ضرور کیوں نہیں۔"

اور پھر ریسیور سر توڑے شاہ کے کان سے آلگا۔

"سر توڑے شاہ... انسپکٹر جمشید نہیں رکیں گے... میں انہیں

زبانی طور پر روک سکتا تھا... سو میں کوشش کر چکا... قانوناً میں انہیں نہیں روک سکتا... لہٰذا آپ جانیں... انسپکٹر جمشید جانے۔"

"ٹھیک ہے... یہی تو میں نے کہا ہے... آپ درمیان سے ہٹ جائیں... مجھے اس سے خود فیصلہ کر لینے دیں۔"

"میں درمیان سے ہٹ رہا ہوں... اب آپ ایک کوشش کیجئے گا آپ۔"

"اور وہ کیا؟"

"انسپکٹر جمشید آپ کے محل کی تلاشی نہ لینے پائے... اگر انہوں نے تلاشی لے لی... اور آپ نے یہ جرم کیا ہے تو پھر سمجھ لیں... وہ لاش بھی تلاش کر لیں گے آپ کے خلاف تمام تر ثبوت بھی حاصل کر لیں گے... کیا سمجھے آپ۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکیں گے... میں اپنے مریدوں کی فوج کو آواز دے چکا ہوں۔"

"اور وہ..." صدر کہتے کہتے رک گئے۔

"اور وہ کیا؟"

"اور وہ اپنی فوج کو آواز دے چکے ہیں۔"

"کیا کہا... ان کی فوج... یہ ان کی فوج کہاں سے آگئی.. فوج تو ملک کی ہوتی ہے۔"

"ان کے پاس بھی ایک فوج ہے... خفیہ فورس۔"

"یہ فوج انہیں کس نے دی... کیا قانون نے؟"

"ہاں! ملک کا قانون ماننے والوں نے۔"

"کیا!!!" سر توڑے شاہ پہلی بار خوف زدہ انداز میں چلا اٹھا۔

"ہاں جناب! اسی لیے میں اتنی دیر سے آپ کو سمجھا رہا تھا... یہاں لاشوں کے ڈھیر تو لگ سکتے ہیں... انسپکٹر جمشید پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔"

"خیر دیکھا جائے گا... میرے پاس بھی کچھ کم مرید نہیں ہیں۔"

"لوکے... اب میں اجازت چاہوں گا... اب یہاں جو کچھ ہو گا... اس کی ذمے داری آپ پر ہو گی... کیونکہ قانون انسپکٹر جمشید کی طرف ہے۔"

"میں اسے یہاں سے زندہ جانے ہی نہیں دوں گا۔"

"لوکے..." یہ کہہ کر صدر صاحب نے فون بند کر دیا۔

پھر جونہی سر توڑے شاہ نے ریسیور کان سے ہٹایا۔ اس کی گردن کی ہڈی انسپکٹر جمشید کے بازوؤں میں آ گئی... اس کے منہ سے مارے خوف کے ایک چیخ نکل گئی۔

"یہ... یہ کیا... چھوڑ دو مجھے... تمہیں تلاشی لینا ہے... تو یہ تلاشی لینے کا کون سا طریقہ ہے۔"

"آپ نے خود تلاشی لینے کے درست طریقے سے انکار کیا ہے... اب ہم اپنے طریقے سے تلاشی لیں گے... کیونکہ جس

طرح آپ تلاشی دینا چاہتے ہیں... اس طرح تو یہاں لاشوں کے انبار لگ جائیں گے... لیکن میں چاہتا ہوں... ایک انسان کا بھی خون نہ بہے... اور رنگ چوکھا آئے۔"

"یہ رنگ چوکھا آپ کہاں سے لے آئے۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

وہ مسکرا دیے... ادھر انہوں نے سر توڑے شاہ سے کہا...

"اب آپ اپنے مریدوں کو حکم دیں... ان میں سے کوئی حرکت نہ کرے... ورنہ وہ بھی بے موت مارے جائیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے انہوں نے تھوڑا سا دباؤ اور بڑھا دیا... اس کے منہ سے ایک چیخ اور نکل گئی...

"حکم دیتے ہو یا میں گردن توڑ دوں۔"

"م... میں... میں حکم دے رہا ہوں۔"

"یہاں سے نہیں... محل کی چھت پر چلو۔" وہ غرائے۔

اب وہ اسے محل کی چھت پر لے آئے... انہوں نے دیکھا۔ محل کے چاروں طرف پیر کے مرید موجود تھے... لیکن ان کی خفیہ فورس وہاں نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر پیر توڑے شاہ نے حیران ہو کر کہا:

"یہ... یہ کیا... یہاں تو آپ کی کوئی فورس نہیں ہے۔"

"وہ خفیہ فورس ہی کیا... جو نظر آئے... وہ خفیہ جگہوں پر مورچے سنبھال چکی ہے... تم کہو تو ایک آدھ فائر کرا دوں ان سے..

لیکن اس طرح ایک دو آدمی چل بسیں گے۔"

"نہیں... خالی فائر کرائیں۔"

"اچھا یونہی سہی۔"

اب انہوں نے اپنے آلے کی مدد سے انھیں پیغام دیا۔

"چند ہوائی فائر کر کے انھیں بتائیں کہ آپ یہاں موجود ہیں۔"

"او کے سر۔"

فوراً کئی فائر ہوئے...

"اب کیا خیال ہے۔"

"ٹھیک ہے... میں اعلان کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"اب آئے ہو پہاڑ کے نیچے..." فاروق مسکرایا۔

اب اس نے بلند آواز منہ سے نکالی۔

"میرے مریدو... انسپکٹر جمشید صرف یہاں کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... پہلے میں غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ یہاں کچھ اور کارروائی کرنا چاہتے ہیں... لہٰذا جب ہم نے کوئی جرم کیا ہی نہیں تو ہم کیوں لڑیں... یہ لڑائی قانون سے ہو گی جس کا فائدہ آخر ہمیں ہو گا... لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تلاشی دے دی جائے... لہٰذا آپ لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر لوٹ جائیں... اب یہاں آپ کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔"

"اور... اور پیر صاحب یہ جو فائر ہوئے تھے۔"

"وہ میں نے خود کرائے تھے... آپ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے۔"

"جو حکم آپ کا۔"

انسپکٹر جمشید اسے اس طرح سامنے کیا ہوا تھا کہ خود اس کی اوٹ میں چھپ گئے تھے اور باقی لوگ تو پہلے ہی اکڑوں بیٹھے تھے...

ایسے میں محل کی چھت پر ایک آواز ابھری۔

"انسپکٹر جمشید... آپ پیر صاحب کو چھوڑ دیں... ورنہ۔"

☆...☆...☆

ثبوت

وہ چونک کر مڑے.. انہوں نے دیکھا... ننگی تلوار پروفیسر داؤد کی گردن پر رکھی ہوئی تھی اور وہ چھت پر چت لیٹے ہوئے تھے۔ اوپر آتے ہوئے وہ اس پہرے دار کو نہ دیکھ سکے جس کی ڈیوٹی شاید چھت پر تھی...

ایک لمحے کے لیے وہ چکرا گئے۔

"میں تمہارا منہ موتیوں سے بھر دوں گا... پہرے دار۔"

"شکریہ پیر صاحب۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"اوکے... آپ تلوار گردن پر سے ہٹا لیں... میں پیر توڑے شاہ کو چھوڑ رہا ہوں۔"

"نہیں... پہلے آپ انہیں چھوڑیں۔"

"اوکے... میں انہیں چھوڑ رہا ہوں۔"

عین اس لمحے خان رحمان حرکت میں آئے... ان کے پستول سے ایک گولی نکلی اور سیدھی اس کے دماغ میں گھس گئی... اس کے دونوں ہاتھ تلوار کے دستے پر سے ہٹ گئے اور وہ چھت پر گر کر تڑپنے لگا۔

"پیر توڑے شاہ... اپنا وعدہ پورا کرو... اس کا منہ موتیوں سے بھر دو۔"

پیر توڑے شاہ ہکا بکا رہ گیا... پھر انہوں نے پیر توڑے شاہ کو باندھ دیا اور نیچے لے آئے... محل میں پہلے ہی اس کا اعلان گونج چکا تھا... اور پھر باہر سے جونہی پہرے دار مزید ہٹ گئے تھے... خفیہ فورس اندر داخل ہو گئی... اب محل والے دم بخود تھے... شاید انہوں نے زندگی کے کسی لمحے میں یہ سوچا تک نہیں تھا کہ پیر سر توڑے شاہ کے محل کی تلاشی بھی لی جا سکتی ہے... خفیہ فورس نے پورا محل چھان مارا... لیکن کہیں سے جھنڈے خاں کی لاش برآمد نہ ہوئی... پریشان ہو کر انسپکٹر جمشید کے ساتھیوں میں سے چند حاضر ہوئے۔

"سر... کہیں کوئی لاش نہیں ہے۔"

"ہاہاہا..." پیر سر توڑے شاہ ہنسا۔

"اب کیا بنے گا انسپکٹر صاحب... آپ تو مارے گئے، عدالت تو آپ سے لاش کا سوال کرے گی۔"

"آپ فکر نہ کریں... ہم عدالت کو لاش کا جواب دیں گے۔"

"جج... جج... یہ آپ نے کیا کہا... لاش کا جواب... لاش کا سوال... ارے باپ رے... یہ دونوں تو ناولوں کے نام ہو سکتے ہیں... بلکہ اسے کہتے ہیں ترکی بہ ترکی جواب دینا۔"

"ہوں... خیر... کوئی بات نہیں... اب تینوں جاؤ اور محل

سے لاش نکال لاؤ... یاد رکھو... لاش کے بغیر میرے پاس نہ آنا۔" انھوں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ارے باپ رے... اگر ان لوگوں نے پہلے ہی اس کو پانی بنا کر گٹر میں بہا دیا ہو تو ہم بے چاری لاش کہاں سے لائیں گے۔"

"تب وہ جگہ تلاش کرنا ہوگی... جہاں لاش کو پانی بنایا جاتا ہے... لاش ایسے ہی پانی نہیں بن جاتی ہوگی... اس کے لیے پتا نہیں کون کون سے کیمیکل استعمال کیے جاتے ہوں گے۔"

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"اگر یہ ہے تو پھر جلدی کرو... پہلے ہی بہت وقت لگ چکا ہے۔"

"اور انسپکٹر صاحب آپ نے چھت پر میرے ایک آدمی کو قتل کیا ہے... آپ کو عدالت میں اس کا بھی حساب دینا ہوگا۔"

"فکر نہ کریں... جس جس چیز کا عدالت حساب مانگے گی، ہم دیں گے... یہ اور بات ہے کہ ہمارا حساب آپ کو پسند نہیں آئے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔" پیر توڑے شاہ نے برا سا منہ بنایا۔

پھر وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے...

"کیا ہم اپنے انکل کو ساتھ لے جا سکتے ہیں۔"

"اگر یہ تم تینوں کا ساتھ دینا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"حد ہو گئی... ہم اور ان کے ساتھ نہیں جانا چاہیں گے... کیسی باتیں کرتے ہو جمشید۔"

"تو پھر جائیں... آپ کو روکا کس نے ہے۔" انھوں نے ہنس کر کہا۔

وہ مسکراتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھے... انھوں نے محل کے دو ملازموں کو ساتھ لے لیا تھا... اب انھوں نے ایک ایک کمرے کا بغور جائزہ لیا... دیواروں کو خوب ٹھوک بجا کر دیکھا... کہیں کسی تہ خانے کا کوئی سراغ نہ ملا... تھک ہار کر وہ ایک جگہ بیٹھ گئے۔

"اب کیا کریں۔"

"اسلام نے جو جھنڈے خاں کے بارے میں بتایا ہے... وہ غلط نہیں ہو سکتا... واقعہ ضرور ہوا ہے... اور ایسے لوگ لاشوں کو باہر کہیں لے جانے کے خطرات مول نہیں لیا کرتے... وہ اندر ہی ایسا انتظام کر رکھتے ہیں... لہٰذا یہاں تہ خانہ ہے ضرور... یوں بھی اس قسم کے لوگوں کی خفیہ سرگرمیاں تہ خانوں میں انجام پاتی ہیں... ہمیں ایک بار پھر غور کرنا ہوگا۔" محمود نے گویا تقریر کر ڈالی۔

"او کے... اب ہم تمام کمروں کے فرش غور سے چیک کریں گے... کسی فرش میں کوئی فرق تو نہیں ہے... ہم دیکھ چکے ہیں... تمام فرشوں میں ٹائلیں لگی ہیں... ٹائلیں ہیں بھی بالکل ایک جیسی... اگر تہ خانے کا دروازہ کسی فرش میں کھلتا ہے تو اس کمرے کا فرش یا فرش کی ٹائلیں دوسرے کمروں سے مختلف ہوں گی... ہمیں

اس فرق کا پتا چلانا ہو گا۔"

"تب پھر پہلے ٹائلوں کو گنا جائے... ہر کمرے کے فرش کی کتنی ٹائلیں ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں! بالکل۔" فرزانہ نے تائید کی۔

"چلو گن لیتے ہیں... ہمارا کیا جاتا ہے۔"

پھر انہوں نے تمام کمروں کے فرشوں کی ٹائلیں گنیں... تمام کمروں کی ٹائلیں برابر تھیں... ان کے رنگ اور ڈیزائن بھی بالکل ایک جیسے تھے... کسی میں کوئی فرق نہیں تھا... گویا سب کمروں کی ٹائلیں گنتی میں ایک جیسی تھیں اور ڈیزائن بھی... وہ ایک بار پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئے... ایسے میں اچانک فرزانہ زور سے اچھلی۔

"دے مارا۔"

"خدا کا شکر ہے... ورنہ ہم تو سمجھے تھے کہ آج کی تاریخ میں شاید ہم کچھ نہ مار سکیں... چلو جلدی بتاؤ... کیا مارا؟"

"میں نے ایک بات نوٹ کی ہے... اور بار بار اس کو غور سے چیک کیا ہے... میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔" اس نے پرجوش انداز میں کہا۔

"چلو پھر بتاؤ... دیر کیوں لگا رہی ہو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہر کمرے کی دیوار پر بالکل ایک جگہ یعنی آتش دان کے اوپر ایک بڑی تصویر لگائی گئی ہے... تصاویر مختلف ہیں... کوئی تصویر سورج ابھرنے کے منظر کی ہے... کوئی ڈوبتے منظر کی... یا پھر باغات

کی تصاویر ہیں... پھولوں کی تصاویر ہیں... بعض کمروں میں انسانی تصاویر بھی ہیں... لیکن صرف اور صرف ایک کمرے میں ایک تصویر ایسی ہے... جس میں ایک انسان دوسرے کی کمر میں خنجر گھونپ رہا ہے... اور اس کے چہرے پر خوف اور تکلیف کا ایسا منظر ہے کہ انسان کانپ جائے... میرا خیال ہے... تہ خانہ اگر ہے تو اس کا راستہ اسی کمرے میں کہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے ایسا ہو... لیکن ضروری نہیں۔"

"میں ضروری ہی خیال کرتی ہوں۔"

"چلو پھر... اس کمرے کا جائزہ مزید غور سے لے لیتے ہیں۔"

وہ فرزانہ کے ساتھ چلتے اس کمرے میں داخل ہوئے... اس تصویر پر ان کی نظریں پہلے بھی پڑی تھیں... بظاہر تو آرٹ کی مہارت کا ثبوت تھی... اور دیکھنے والا واقعی یہ محسوس کرتا تھا جیسے خنجر کھانے والا اس تکلیف میں مبتلا ہے... جو تصویر بنانے والا ظاہر کرنا چاہتا ہے... انہوں نے اس تصویر کو دیوار پر سے اتار کر ایک طرف رکھ دیا... اور دیوار کو اس جگہ سے خوب غور سے دیکھنا شروع کیا... اب بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی... اس جگہ کو خوب ٹھونک بجا کر بھی دیکھا گیا...

"انکل... آپ ہی کچھ کریں۔" فرزانہ نے تنگ آکر پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"لو کے... پہلے ہی کہہ دیا ہوتا۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"کیا کہہ دیا ہوتا۔"

"یہ کہ کچھ کریں۔"

"تو اب کہہ دیا انکل... آپ اب کچھ کریں۔"

"ہاں ضرور... کیوں نہیں... میں کروں گا... اور ضرور کروں گا... اس آتش دان کی راکھ ہٹائی جائے۔"

"لیکن ہم راکھ کے نیچے دیکھ چکے ہیں۔"

"ایک بار اور دیکھ لو۔"

انہوں نے راکھ کو ادھر ادھر کر کے لوہے کے اس ٹکڑے کو دیکھا... جو آگ کے لیے لگایا گیا تھا... لیکن وہاں بھی کسی تہ خانے کا کوئی نشان نظر نہ آیا... خود پروفیسر صاحب نے بھی لوہے کے اس ٹکڑے کو انگلیوں کی مدد سے دیکھا... لیکن کچھ نہ ملا۔

"اب... اب کیا کریں... کیا ہم ناکام ہو جائیں گے اور عدالت میں سر توڑے شاہ کے مذاق کا نشانہ بنیں گے۔"

"جی نہیں... ایسا نہیں ہو گا... جھنڈے خاں کا اگر قتل ہوا ہے... تو اس کا خون رنگ ضرور لائے گا... یہاں سے اگر تہ خانہ نہیں ملتا... نہ سہی... اس کے قتل کا کوئی ثبوت تو مل... مل... مل۔" فرزانہ کہتے کہتے رک گئی... اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... اور پھر وہ پرجوش انداز میں پکار اٹھی:

"اف مالک... یہ... یہ کیا۔"

انہوں نے ادھر ادھر دیکھا... کچھ نظر نہ آیا... آخر ان کی نظریں فرزانہ کے چہرے پر جم گئیں... محمود نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"جلدی بتاؤ فرزانہ... کیا نظر آیا ہے۔"

"خ... خون... خون۔"

"خون... کہاں ہے خون۔" وہ پکار اٹھے۔

"خون کے چھینٹے... ہم نے اس فانوس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی... اور شاید سر توڑے شاہ اور اس کے آدمیوں نے بھی اس طرف دھیان نہیں دیا... چھت کے عین درمیان میں لگے ہک سے لٹکے ہوئے اس عالی شان فانوس کو دیکھو... اس کے نچلے حصے پر خون کے باریک قطرے لگے ہوئے ہیں... آخر یہ قطرے یہاں کہاں سے آ گئے... فانوس تو ہمیں ہر کمرے میں نظر آیا ہے... لیکن خون کے چھینٹے صرف اس کمرے کے فانوس پر ہیں... تو کیا... جھنڈے خاں کا قتل اس کمرے میں ہوا تھا۔"

"یہ جاننے کے لیے ہمیں فوری طور پر اسلام کو بلانا ہو گا... لیکن نہیں اسلام باہر انکل اکرام کے ماتحتوں کی حفاظت میں پہلے ہی موجود ہے... ابا جان اسے اسی لیے ساتھ لائے تھے کہ شاید اس کی ضرورت پیش آ جائے... محمود... تم جاؤ اور اسلام کو لے آؤ... لیکن اس کی حفاظت کا انتظام کر کے محل میں آنا... یہ سر توڑے شاہ کی زندگی اور موت کا سوال ہے... اگر اسے بھنک بھی پڑ گئی تو ہر ممکن

طریقے سے اسلام کو ختم کرانے یا کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"فکر نہ کرو... اب وہ شاید ہی ایسی کوشش کر سکیں... ہر طرف خفیہ فورس موجود ہے۔"

"ہوں... اچھا۔"

وہ گیا اور اسلام کو ساتھ لے آیا...

"جھنڈے خاں کا قتل کس کمرے میں ہوا تھا۔"

"اسی کمرے میں۔" اس نے فوراً کہا۔

"واہ... تب تو مار لیا میدان... پیر توڑے نے گولی اس کے سر پر ماری تھی۔"

"جی ہاں... اور گولی عین کھوپڑی کے اوپر لگی تھی... یعنی اوپر والے حصے پر۔"

"اوپر دیکھیں... فانوس پر چند قطرے نظر آرہے ہیں... کیا یہ خون جھنڈے خاں کا ہو سکتا ہے۔"

"اوہ... اس طرف تو شاید کسی کا بھی دھیان نہیں گیا... یہ ضرور اسی کا خون ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"محمود... انکل اکرام کو یہیں بلا لو۔"

اکرام اندر داخل ہوا... اس کے چہرے پر جوش تھا۔

"معلوم ہوتا ہے... تم لوگوں نے تہہ خانہ تلاش کر لیا ہے۔"

"جی نہیں... البتہ۔" فرزانہ مسکرائی۔

"البتہ کیا۔"

"البتہ ہم نے چند قطرے خون کے تلاش کر لیے ہیں اور وہ خون یقیناً جھنڈے خاں کا ہے۔"

"کیا... نہیں۔" اکرام چلایا۔

"کیوں انکل... آپ کو کیا ہوا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... کیا ان لوگوں نے کہیں خون رہنے دیا ہو گا۔"

"وہ دیکھیں انکل... فانوس پر خون۔"

"فف... فانوس پر خون!!" فاروق ہکلا کر بولا۔

"کیا ہوا۔" محمود نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی۔" فرزانہ جھلا اٹھی۔

ادھر اکرام کی نظریں ان چند قطروں پر جم گئی تھیں... اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آرہی تھی... کیونکہ یہ چند اور خفیہ فورس کے کارکنوں کو بالکل نظر نہیں آئے تھے...

"حیرت ہے... کمال ہے... افسوس ہے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"اس میں افسوس کہاں سے آ ٹپکا۔"

"افسوس اس لیے کہ ہمیں یہ کیوں نظر نہیں آئے۔" اس نے کہا۔

"اب آپ فوراً اپنا کام شروع کر دیں۔"

"یوں نہیں... پہلے یہاں سر توڑے شاہ کو بلانا چاہیے۔"

اب انہیں بلایا گیا۔

"آخر ہم نے ایک چیز تلاش کر لی۔"

"کیا کہا... تم لوگوں نے تہ خانہ تلاش کر لیا ہے۔" پیر توڑے شاہ ہنسا۔

"ہم نے تہ خانے کا لفظ نہیں بولا۔"

"تب پھر تم نے کیا تلاش کر لیا ہے۔"

"جھنڈے خاں کا خون۔"

"کیا کہا۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! قتل اسی کمرے میں ہوا تھا... اسلام اس بات کے گواہ ہیں اور خون کے یہ چند قطرے بھی گواہ ہیں۔"

"کون سے خون کے چند قطرے... تم لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا۔" پیر توڑے شاہ نے جھلا کر کہا۔

"آپ ذرا سر اوپر اٹھانے کی زحمت کریں گے۔"

"ہاں کیوں... کیا ہوا... کس طرف اٹھاؤں سر۔" وہ غرایا۔

"اس طرف... فانوس کی طرف... آپ نے اس فانوس کو نہیں دیکھا... نہ آپ کے کسی مرید نے دیکھا، ورنہ آپ کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا..."

"کون سا دن... کیا کہہ رہے ہو۔"

"آپ نے اب تک فانوس کی طرف نہیں دیکھا۔"

اب اس نے فانوس کی طرف دیکھا... لیکن سوئی سوئی چیزیں دیکھنے والوں کو خون کے چند باریک قطرے کہاں نظر آتے... چند سیکنڈ تک مسلسل فانوس کو دیکھنے کے بعد اس نے ہنس کر کہا:

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آپ کی نظر تو کمزور نہیں ہے جناب۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"کیا آپ کو خون کے چند قطرے نظر نہیں آ رہے۔"

"کیا مطلب... کہاں۔"

"وہ دیکھیے... وہ رہے..."

اب فرزانہ نے انگلی کے اشارے سے قطرے دکھائے...

"یہ... یہ کیا ہے... کس کا خون ہے۔"

"یہ اس مظلوم کا خون ہے... جو رنگ لے آیا ہے... یعنی جھنڈے خاں کا... آپ نے اسے اسی کمرے میں گولی ماری تھی... کیا یہ غلط ہے۔"

"بالکل غلط ہے۔"

"تب پھر یہ خون یہاں کس کا ہے۔"

"ہو گا میرے کسی مرید کا... کسی کے خون نکل آیا ہو گا... اس نے ہاتھ وغیرہ جھٹکا ہو گا... بس یہ خون یہاں لگ گیا، اس سے یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ یہ خون جھنڈے خاں کا ہے۔" اس نے بلند

آواز میں جلدی جلدی کہا۔

"یہ تو اور آسان بات ہو گئی۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"آسان بات ہو گئی۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! آپ اس آدمی کو فوراً بلائیں... جس کے خون نکل آیا تھا... اعلان کرائیں تاکہ وہ فوراً آ جائے... ہم اس کا خون اس خون سے ملا کر دیکھ لیں گے۔"

"کیسے دیکھ لیں گے... خون تو ایک جیسا ہوتا ہے۔"

"سب کا خون الگ الگ ہوتا ہے... تجزیے سے فوراً پتا چل جاتا ہے... آپ بلائیں اس مرید کو..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اچھی بات ہے... میں بلاتا ہوں اپنے مرید کو۔"

پھر اعلان کیا گیا... جلد ہی بیس کے قریب آدمی آ گئے... ان کے جسموں پر کہیں نہ کہیں کوئی زخم تھا... لیکن یہ سب زخم نئے تھے... وہ تین دن پرانا زخم کسی کے جسم پر نہیں تھا۔

"معاف کیجیے گا جناب! یہ سب زخم بالکل تازہ ہیں... یہ ابھی ابھی لگا کر لائے ہیں... اس بات کی تصدیق تو ڈاکٹر صاحب بھی کر سکتے ہیں۔"

"حد ہو گئی... ایسا کون مرید آ کر چلا گیا... یہاں تو سینکڑوں مرید آتے ہیں... جاتے ہیں... اب میں اسے کہاں سے لاؤں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"اچھی بات ہے... آپ یوں نہیں مانیں گے۔" انسپکٹر

جمشید نے جل کر کہا۔

"کیا مطلب... یہ اس طرح نہیں مانیں گے... تو کس اور طرح مانیں گے... اور آپ کو کیا معلوم یہ کس طرح مانیں گے۔"

"اب میں تہ خانہ کھول کر دکھاؤں گا اور اس میں سے لاش برآمد کروں گا... لاش نہ ملی تو لاش کو پانی بنا کر بہانے کا انتظام نیچے موجود ہو گا۔"

"ہاہاہا... انسپکٹر جمشید پاگل ہو گئے۔" پیر توڑے شاہ چہکا۔

"نہیں... میں نہیں... آپ... یہ دیکھیے... اس آتش دان کے لوہے کے فرش کو۔"

"لیکن ابا جان... ہم اس کو دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں تم نے اسے ہاتھوں سے ٹٹولا... اس میں کوئی ہک وغیرہ نہیں ملی... لیکن میں اس کو ذرا اور طریقے سے کھولوں گا..."

یہ کہتے ہی انہوں نے پیر توڑے شاہ کو یک دم اٹھایا اور لوہے کے فرش پر گرا دیا...

فرش یک دم کسی ڈھکنے کی طرح نیچے گر گیا اور پیر توڑے شاہ نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا... فرش پھر اپنی جگہ پر آ گیا۔

"ارے! یہ کیا... بے چارے پیر صاحب کہاں گئے۔"

"نیچے... آؤ ہم بھی چلیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے بھی فرش پر چھلانگ لگا دی... وہ بھی

غائب ہو گئے...

"ارے باپ رے... مجھے تو ڈر لگتا ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ابا جان... کیا آپ خیریت سے ہیں۔"

"ہاں! میں خیریت سے ہوں... نیچے گڑھے میں ہیں... لیکن یہ پیر صاحب خیریت سے نہیں ہیں... اب ان پر سکتہ طاری ہے... کیوں کہ یہاں لاشوں کو پانی میں بہانے کا پورا سامان موجود ہے اور انسانی ہڈیاں بھی ایک طرف ڈھیر ہیں... آجاؤ تم لوگ بھی۔"

انہوں نے بھی چھلانگیں لگا دیں... نیچے واقعی بڑا ہولناک منظر تھا... اور کتنے ہی انسانوں کی ہڈیاں وہاں بکھری پڑی تھیں۔

"اف مالک... ہم تو ایک جھنڈے خاں کی تلاش میں نکلے تھے... یہاں تو کئی جھنڈے خانوں کی لاشیں مل گئیں... اور اب تو شاید پیر صاحب کے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں رہ گیا ہو گا... کیوں پیر صاحب۔" یہاں تک کہہ کر فاروق خاموش ہو گیا۔

پیر صاحب کے پاس واقعی کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا... چند لمحے تک وہ نفرت زدہ انداز میں اس گھناؤنے ماحول کو دیکھتے رہے... آخر انہوں نے ماتحتوں کو فون کرنا شروع کیے... ادھر پیر صاحب گویا زمین میں دھنسے جا رہے تھے... کبھی باہر نہ نکلنے کے لیے...

* * *